اشلوک
بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کا منتخب حکیمانہ کلام
انتخاب، تہذیب، ترجمہ
ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد
ادارۂ یادگارِ غالب ○ کراچی

اشلوک

بابا فرید شکر گنجؒ کا منتخب کلام

انتخاب، منظوم و منثور ترجمہ

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاؔد

ادارۂ یادگارِ غالب ○ کراچی

سلسلۂ مطبوعاتِ ادارۂ یادگارِ غالب

شمار: ۹۹

سالِ اشاعت: ۲۰۱۷ء

طابع: احمد برادرز ناظم آباد کراچی

قیمت: تین سو روپے

☆

اکادمی ادبیات پاکستان (اسلام آباد) کے
جزوی مالی تعاون سے شائع کی گئی

ادارۂ یادگارِ غالب و غالب لائبریری
پوسٹ بکس: ۲۲۶۸، ناظم آباد، کراچی-۷۴۶۰۰
فون: ۳۶۶۸۶۹۹۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''بہشتی دروازہ''

کے

نام

موجِ دریائے وفا ، کانِ نمک ، گنجِ شکر
اِنّہٗ "رَمْز" غَریب" ، اِنّہٗ "شَی" عُجَاب

آسمانِ فقر را خود آفتاب آمد فرید
قرصِ چوبیں بر شکم بربست قرصِ آفتاب

[گرامی جالندھری]

Scanned with CamScanner

سلکِ دُرّر

اراکینِ مجلس عاملہ

ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی

(نومنتخبہ ۲۴ رستمبر ۲۰۱۶ء)

نام	عہدہ
ڈاکٹر ذوالقرنین احمد (شاداب احسانی)	صدر
سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی	نائب صدر
ڈاکٹر رؤف پاریکھ	معتمد
ڈاکٹر تنظیم الفردوس	نائب معتمد
عزیز منصور	خازن
سیّد عابد رضوی	رکن
محمد حمزہ فاروقی	رکن
محمد جاوید ایڈوکیٹ	رکن
سیّد معراج جامی	رکن
یاسمین سلطانہ فاروقی	رکن
پرویز علی	رکن

رؤف پاریکھ

معروضات

برعظیم پاک و ہند میں سلسلۂ چشتیہ کے معروف ترین اولیاء اللہ میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ ان کا پورا نام مسعود بن سلیمان بن شعیب تھا۔ آپؒ کے سنینِ ولادت اور وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ سیر الاولیاء میں سالِ پیدائش ۵۶۹ھ (۷۴/۱۱۷۳ء) اور تاریخِ فرشتہ میں ۵۸۴ھ/۱۱۸۸ء درج ہے۔ وصال کی مختلف تاریخوں میں سے ۵ محرم ۶۶۴ بمطابق ۱۷ اکتوبر ۱۲۶۵ء کو زیادہ قرینِ قیاس سمجھا جاتا ہے۔ پاک پتن شریف (پنجاب) میں آپ کا مزار مرجعِ خلائق ہے جہاں آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال بسر کیے۔

آپؒ کی شہرت آپؒ کی زندگی ہی میں اکنافِ عالم میں پھیل گئی تھی۔ معروف سیاح ابنِ بطوطہ آپ کے انتقال کے تقریباً پینسٹھ (۶۵) برس بعد اجودھن (موجودہ نام پاک پتن) آیا اور اس نے اپنے سفرنامے میں بھی حضرتؒ کا ذکر کیا ہے۔

آپؒ کا بیشتر وقت عبادت و ریاضت میں بسر ہوتا تھا تاہم آپ سے کچھ تصنیفات بھی مذکور ہیں۔ اپنے مرشد حضرت بختیار کاکیؒ کے ملفوظات مرتب کیے۔ حضرت بابا فریدؒ کے خلیفہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے ان کے اقوال و ملفوظات کا مجموعہ ''راحت القلوب'' کے نام سے مرتب کیا۔ بعض دیگر کتب میں بھی آپ کے فرمودات ملتے ہیں۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کو پنجابی کا پہلا باقاعدہ شاعر بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے ''اشلوک'' مشہور ہیں۔ گو بعض ناقدین نے ان کا حضرت بابا گنج شکرؒ سے انتساب

مشکوک قرار دیا ہے لیکن بعض محققین نے ثابت کیا ہے کہ یہ حضرتؒ ہی کا کلام ہے۔ حضرت بابا فریدؒ سے کچھ اردو کلام بھی منسوب ہے۔

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے حضرت بابا گنج شکرؒ کے پنجابی کلام کا نثری اور منظوم ترجمہ کیا ہے۔ اس کے لیے انھوں نے مستند نسخے کو بنیاد بنایا ہے۔ اس ترجمے سے نہ صرف ترجمے کے فن پر ان کے عبور کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ یہ عارفانہ کلام کی تفہیم میں ان کی رسائی اور بصیرت کا بھی ثبوت ہے۔

ڈاکٹر ناشاد اردو اور پنجابی کے معروف ادیب، نقاد اور شاعر ہیں۔ علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی (اسلام آباد) میں شعبۂ اردو سے وابستہ ہیں۔ ناشاد صاحب تصوف کے مباحث و مراحل پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ اسی لیے انھیں اس بات کا احساس ہے کہ عرفانی کلام کا ترجمہ نہ صرف مشکل ہے بلکہ ایک گراں بار ذمے داری بھی ہے۔ اس ذمے داری سے وہ بخوبی عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ اردو دنیا کو بابا فریدؒ کی فکر اور فلسفے سے واقف کرانے میں ان کی یہ سعیٔ مشکور بارگاہِ الٰہی میں بھی قبولیت کا درجہ پائے گی (ان شاء اللہ)

ادارے کے جملہ اراکین ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے اس کتاب کی اشاعت کی سعادت ادارے کو بخشی۔ ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر صاحب کا میں ذاتی طور پر ممنون ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کا مقدمہ اپنے مخصوص اسلوب میں تحریر فرمایا، یہ انہی کو زیبا تھا کہ ان معاملات پر عالمانہ نظر بھی رکھتے ہیں اور اولیاء اللہ سے حسنِ عقیدت بھی۔

☆☆☆☆

بابا فریدؒ، اشلوک اور ارشد محمود ناشاد

(۱)

بابا فریدؒ پنجاب کی سرزمین میں وارد ہوئے تو اس کے تہذیبی تشخص کی شناخت بن گئے۔ صدیوں تلک یہ سرزمین اپنی تلاش میں گُم رہی، مگر اسے اپنی معرفت حاصل نہ ہوسکی۔ ہجر کے لمحات میں زمین کی سائیکی دُکھ سے عبارت تھی۔ وہ ایک ایسے مردِ خدا کے وجود کو ترس رہی تھی، جو اس کی آب و ہوا کو نئے موسموں کی نوید دے اور اس کے باطنی کرب کو شانتی اور امن سے ہم کنار کرے۔ زندگی کا یہ روپ بہروپ بھرتا رہا، لیکن اسے عرفان کی دولت ہاتھ نہ آئی۔ خدا معلوم دُکھ اور کرب یہ کیفیت کب تک طُول کھینچتی کہ بشریت کی بُکل مارے، رحمتِ خداوندی آن نمودار ہوئی۔ اس کی بُکل میں صدیوں کے تھکے ہارے پناہ گزین ہوئے، تو اُن کے دلوں کی دُنیا جگ مگا اُٹھی؛ دُکھوں کی آندھیاں تھم گئیں؛ غموں کے بادل چھٹتے چلے گئے؛ معصیت کی فضائیں تھرتھرا اُٹھیں۔ وہ اُٹھا تو زمانہ اُس کے ساتھ اُٹھ چلا؛ وہ رُکا تو چلتا ہوا وقت ٹھہر گیا؛ اُس نے اپنے لبوں کو جُنبش دی تو فضا میں رس گھول دیئے؛ اُس کی نگاہِ ناز اُٹھی تو زندگی کے تیور بدل گئے؛ وہ بڑھا تو فلک اُس کے لیے سنگِ میل ہوا؛ وہ مُڑا تو انسان کے دل میں اُتر گیا۔

بابا فریدؒ نے پنجاب میں پاک پتن کو اپنے لیے انتخاب کیا۔ بادی النظر میں وہ فرش نشین تھا مگر نگاہِ عشق و مستی میں لامکاں کا مکیں تھا۔ حریم ذات کی سرگوشیاں اُس کے حجرے میں سُنائی دیتی تھیں۔ وہ حُسنِ مطلق سے بھی ہم کلام رہا، مگر اُس کی گفتگو عوام سے تھی۔ وہ خاص تھا مگر عام ہو کے رہا۔ انسان دوستی اُس کا مذہب تھا اور یہی عقیدہ اُس کی میراث بنا۔ اُس نے آدمی کو انسان کیا اور انسان کو محمدی بنا دیا۔ اُس کا محبت بھرا دل سمندر سے زیادہ ڈونگا تھا اور کائنات سے زیادہ وسیع۔ اُس نے پیار کے اتنے جام لنڈھائے کہ کوئی بھی تشنہ کام نہ رہا۔ اسے عمر بھر سوزن کی

آرزو رہی کہ دلوں کے ٹکڑے سی سکے، اُسے نفرت تھی تو بس مقراض سے کہ وہ اکائی کو کاٹتی ہے۔اس نے وقت کے چرخے پر دُکھ کاتے اور دُکھ کے دھاگے سے محبت کے پہناوے بنا دیے۔اگرچہ زمانہ اُس کا نیاز مند رہا مگر اُس کا عجز بے مثال تھا۔وہ خود تو مادی لوازمات سے بہت آگے بڑھ چکا تھا مگر اُس کے عقیدے میں روٹی بھی شامل تھی۔وہ اپنی ذات میں بندہ تھا مگر صفات میں بندۂ یزداں صفات بھی۔بندگی اُس کا شعار تھی اور وقار بھی، وہ عبد تھا مگر بہ اندازِ دگر۔وہ شرابِ محبت میں مست الست تھا مگر دو جہانوں کی خبر رکھتا تھا، وہ اپنی ذات میں گُم تھا مگر ذات کا اسیر نہ تھا۔وہ ابوالوقت تھا کہ زمانہ اُس کی چال چلتا رہا۔اُس کا وجود فطرت کے ساتھ ہم آہنگ تھا۔موسیقی کے سُر اُس کی ذات سے وابستہ تھے۔شاعری اُس کے تجربات کا مظہر تھی۔وہ ذات وصفات میں بھی منفرد تھا اور مشاہدات وتجربات میں بھی۔اشلوک اُس کے جذبات کے لیے لباس تھے۔اُس سے پیش تر اشلوک کی اتنی مضبوط روایت موجود نہ تھی، اگرچہ اُس کے بعد بھی اشلوک تو کہے گئے، لیکن اُس کا رنگ اُس کا اپنا رہا۔

(۲)

بابا فریدؒ پنجابی کے پہلے باقاعدہ شاعر ہیں۔کیوں کہ پنجابی ادب کی شعری روایت نے اس سے اپنا سفر آغاز کیا۔اُس کا کلام سکھوں کی مذہبی کتاب میں محفوظ رہا اور کئی صدیوں پر منصۂ شہود پر آشکارا ہوا۔اگرچہ بعض محققین کے نزدیک اشلوک کا بابا صاحب سے انتساب صحیح نہیں، لیکن اس سلسلے کے تقریباً تمام اعتراضات پر محمد آصف خاں نے روشنی ڈالی ہے اور بہ دلائل ان اعتراضات کو رد کیا ہے۔زیرِ نظر تحریر میں اشلوک کے اس مسئلے پر بحث اور تحقیق مطلوب نہیں، بل کہ یہاں محض ارشد محمود ناشاد کے منظوم اُردو ترجمے کا تعارف مقصود ہے۔

ارشد محمود ناشاؔد نے ترجمے کے لیے بابا فریدؒ کے کلام کا جو متن بنیاد بنایا ہے، وہ محمد آصف خاں کی کتاب ''آکھیا بابا فریدؒ نے'' سے لیا گیا ہے۔اس نے کتاب کے آخر میں نامانوس اور مشکل الفاظ کے معانی بھی دیئے ہیں جن کی روشنی میں بابا فریدؒ کے متن کا مطالعہ اپنے طور پر بھی

قاری کے لیے آسان تر ہو گیا ہے۔اس مجموعے میں پچھتر (موجودہ اشاعت میں اسّی) اشلوک شامل ہیں۔موضوعاتی سطح پر اشلوک کا انتخاب نہایت اہمیت اورافادیت کا حامل ہے، کیوں کہ ہند اسلامی تہذیب پر اشلوک کی فکری گرفت بہت سخت اور توانا رہی ہے، بل کہ انسانی شعور جس قدر متمدن ہوتا جا رہا ہے، اسی طور اس گرفت کا وژن اپنے تکمیلی مراحل میں ہے۔جدید زندگی کے Aspects انسان کا داخلی تجربہ بن گئے ہیں اوراس تناظر میں اشلوک کی اپیل جذباتی رویّوں سے بڑھ کر شعوری تفکّر کی غماز ہے کیوں کہ اس کا الٰہیاتی رابطہ انسان کی اس اثباتی کیفیت سے ہم آہنگ ہے جو وجدان کے زیرِ اثر ایک نئے طرزِ احساس کی نمو پذیری کا اظہاریہ بن گئی ہے۔

(۳)

انسان اور تہذیب کے درمیان جو رشتہ قائم ہے، اس کی حسیاتی معنویت کا ادراک ایک مخصوص زمان و مکاں کے تناظر میں ہی ممکن ہے کیوں کہ علامت کی تہذیبی پس منظر میں فکری ترجمانی معنوی تہ داری سے عبارت ہے۔فنا اور بقا کی منزلوں پر تجربے کی کیفیت نئے امکان کا پیش خیمہ ہے۔بابا فریدؒ کے ہاں فنا کا احساس نہایت اہم اور ٹھوس بنیادوں پر استوار ہے کیوں کہ کوئی فنا سے گزرے بنا منزلِ بقا کا حصول تقریباً ناممکن ہے۔چوں کہ اپنی ذات کی تلاش اپنے وجود کی اساسی فضا کو جانے بغیر مشکل ہوتی ہے۔اس لیے انسان کے باطن اوراس کے خارج کے مابین فکری رابطے کی استواری بے حد ضروری ہے، ورنہ اپنی ذات کا ادراک اور عرفان نہیں ہو پاتا اور سالک اپنی 'انا' کا شکار ہو کر اپنی منزل کھوٹی کر بیٹھتا ہے، یہاں تک کہ اثباتِ وجود کا مرحلہ بھی اس کی رسائی میں نہیں رہتا۔

(۴)

بابا فریدؒ کے اشلوک دانش اور عرفان کا خزینہ ہیں۔اِن کا اپنا ایک علامتی نظام ہے۔اس نظام کی علامتی اور معنوی جہتوں تک رسائی اپنے ماضی کے روایتی اور فکری دھاروں کی طرف

مراجعت کیے بنا ممکن نہیں ہوتی، کیوں کہ ہمارا فکری سفر اپنی روایت کے مختلف النوع زاویوں کو ایک اکائی میں پرو دیتا ہے اور اکائی کی یہ معنویت مشرقی تہذیب کے ساتھ وابستہ ہے، کیوں کہ تہذیبی زندگی کا جوڑ ھانچہ مشرق متعین کرتا ہے، اس میں دوئی کا عنصر موجود نہیں ہوتا اور دوئی کی نفی کا یہ معیار مذہب کی عطا ہے۔

سلسلۂ چشت کے نصاب میں عرفانِ ذات کے جو زاویے موجود ہیں، وہ فکرِ انسانی کی تعمیر اور تشکیل اس کے مشاہداتی تناظر میں انجام دیتے ہیں۔ بابا فریدؒ کے اشلوک میں بھی 'انا' کی اثباتی معنویت موت اور حیات کے درمیان رابطے کا کام کرتی ہے، وہ ذات کی تعبیر فکرِ اسلامی کے پس منظر میں اُجاگر کرتے ہیں۔ 'انا' اور اس کی علامتی توجیہہ بابا فریدؒ کے کلام میں عجز اور انکسار سے عبارت ہے۔ یہاں نفسِ انسانی کی کیفیات کا بیان تجربے کے استعاراتی روپ میں جلوہ گر ہوا ہے۔ اشلوک کا ایک ایک لفظ ہند اسلامی تہذیب کا آئینہ دار ہے۔ بابا فریدؒ کی لفظالی اپنے تہذیبی پس منظر کو عکس انداز کرتی ہے، کیوں کہ اشلوک کا ہر لفظ اپنی خارجی اور داخلی جہتوں کو جس انداز سے متعین کرتا ہے، اس میں سلسلۂ چشت کی مجموعی فضا دائرہ در دائرہ پھیلتی ہوئی عظمتِ انسان کو محیط ہے۔ چوں کہ انسان نصابِ چشت کا بنیادی موضوع ہے اس لیے یہ سلسلہ فرد اور اس کی داخلی زندگی سے بحث کرتا ہے اور اس کے خدوخال کی تشکیل شریعتِ محمدیؐ کے زیرِ اثر ترتیب پاتی ہے، جس سے روح کی ارتقائی کیفیت کی بازیافت ممکن ہوسکتی ہے۔

بابا فریدؒ کے اشلوک انفس سے لے کر آفاق تک کا جو منظر نامہ مرتب کرتے ہیں" تہذیب اور اس کی جہتوں کی داخلی اور خارجی فضا کو سمجھنے کے لیے ایک معیار اور میزان فراہم کرتا ہے۔ اس سے فکری سطح پر شعور اور لاشعور کی نمو پذیری کچھ ایسے اسموں کا انکشاف کرتی ہے، جو ثقافت کا اظہار زندگی کے خارجی رویّوں کے ساتھ منسلک کر دیتا ہے اور اس نکتے کی اساس حقیقتِ مطلقہ کا وجدانی مطالعہ اور مشاہدہ کرنے پر منحصر ہے۔

ارشد محمود ناشادؔ سے پیش تر، بابا فریدؒ کے کلام کے آدھ درجن سے زاید ترجمے اور تشریحات ہو چکی ہیں۔ ان میں سے کُچھ اُردو اور انگریزی میں ہیں اور کُچھ پنجابی میں۔ نظم میں بھی اور نثر میں بھی۔ ہر مترجم اور شارح کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ بابا صاحب کے کلام کو اس پیرایہ میں لوگوں تک پہنچائے، کہ اشلوک کے بین السطور تیقّن کی جو لہر کارفرما ہے، قارئین اُس سے لطف اندوز ہو سکیں۔ لیکن جب ہم ان تراجم اور تشریحات کا دقتِ نظر سے مطالعہ کرتے ہیں تو اس نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ ابھی تک بابا فریدؒ کے کلام کے کُچھ اور ترجموں (اور تشریحات) کی گُنجائش موجود ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی بھی صاحبِ دل اشلوک کے جذبوں کو لباسِ شعر میں ملبوس کرے یا نثری جامہ پہنائے، تاکہ فکر کی یہ بوقلمونی وحدتِ تاثّر کی فضا برقرار رکھ سکے۔

ارشد محمود ناشادؔ نے بابا فریدؒ کے افکار کی تفہیم اور اس کے ابلاغ میں اپنی مہارتِ فن کا ثبوت دیا ہے۔ اس نے اشلوک کے مختلف زاویے اپنے ترجمے میں منعکس کیے ہیں۔ لیکن اس کے باجود اس سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے، لیکن یہ بات بھی توجّہ طلب ہے کہ اس گُنجائش کو مکمل طور پر کم یا زائل نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ مترجم (یا شارح) اپنی تمام تر صلاحیتوں کے باوصف مشاہدے اور تجربے کے اُس مقام پر فائز نہیں ہو سکتا جہاں پہنچ کر خود آگاہی کا دروازہ کھل جائے۔

میرے نزدیک ترجمہ نگاری بھی ایک صوفیانہ عمل ہے، جس طرح ایک صوفی اپنے آئینۂ دل کو صیقل کر کے اس میں انوارِ خداوندی کا جلوہ کشید کرتا ہے، اسی طرح مترجم بھی تخلیق کو ترجمہ کی نئی دُنیا میں عکس انداز کرنے کے لیے زمینِ فن کو صیقل کرتا ہے۔ وہ کسی بھی تخلیق کو ترجمے کے لباس میں ملبوس کرنے سے قبل تخلیق کے اندر فکری اور وجدانی سطح پر سفر کرتا ہے، تب کہیں جا کر ''مصرعِ تر'' کی صورت پیدا ہوتی ہے اور ارشد محمود ناشادؔ کے ترجمے میں اس رویّے کی صورت گری کے خوب صورت اور نادر نمونے دکھائی دیتے ہیں۔ بابا فریدؒ کی متابعت میں ارشد محمود ناشادؔ جہاں پہنچا ہے، وہاں اشلوک کا کوئی بھی دوسرا مترجم یا شارح دکھائی نہیں دیتا کیوں کہ ان کے ہاں بابا صاحب کے

کلام کی تفہیم اکہری سطح پر ممکن ہو پائی ہے جب کہ ان کے برعکس ناشادؔ کے ترجمے کا مطالعہ کر
وقت معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے نہایت قرینے سے بابا فریدؒ کے کلام کے کئی فکری Shades
محفوظ کرنے کا جتن کیا ہے اور اس میں وہ بہت سارے حوالوں سے کامیاب ٹھہرا ہے۔ خاص
اس کا ترجمہ بابا فریدؒ کے متن کے قریب ترین ہونے کی وجہ سے ان کے فکر کی تفہیم اور ترسیل می
معاونت کر رہا ہے اور یہ خوبی کوئی کم اہمیت کی حامل نہیں ـــــــ بڑی کامیابی کی دلیل ہے۔ کو
ہے جو اس میدان میں ناشادؔ سے بڑھ کر کامگار رہا ہے۔ یقیناً کوئی دوسرا نہیں!!

ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر

☆☆☆

Scanned with CamScanner

اظہار

[۱]

بابا فریدؒ نے پنجاب کا دُکھ بانٹا تھا، تھکے ہارے مسافروں، راہ گُم کردہ قافلوں اور جہل کے بوجھ تلے دبے لوگوں کو اس کی بابرکت اور آفاق گیر آواز نے گلے لگایا تھا۔ اس کے بول نغمۂ سرمدی کا روپ دھار کر چاروں سمت گونجے اور اہلِ دل کے دلوں کی دھڑکن بن گئے۔ اخلاق، تصوف، معرفت، رمز اور ہدایت کے رنگ ان بولوں سے کُچھ یوں ہم آہنگ ہوئے کہ صدیوں کے سفر کے بعد بھی ان کی توانائی، تازہ کاری اور شگفتگی میں چنداں کمی نہ آئی۔ سچ ہے درد بانٹنے والوں کے بول فنا نا آشنا ہوتے ہیں۔

پنجابی زبان اپنی اس خوش بختی پر جس قدر فخر و مباہات کا دامن اُڑائے کم ہے کہ اپنے وقت کے سب سے بڑے صوفی بابا فریدالدینؒ شکر گنج نے رازہائے سربستہ کے اظہار کے لیے اس زبان کا انتخاب کیا اور اسے سعادت نشاں بنا دیا۔ بابا فریدؒ کے اشلوک پنجابی زبان کا اولین لائقِ افتخار سرمایہ اور قابلِ اعتبار نمونہ ہیں۔ پنجابی دُنیا گورو ارجن جی کی ممنونِ احسان رہے گی کہ انھوں نے بابا فریدؒ کے کلامِ معرفت نشاں کو ''گورو گرنتھ صاحب'' میں شامل کر کے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ آج بھی بابا جی کے کلام کا مستند اور معتبر ماخذ ''گورو گرنتھ صاحب'' ہی ہے۔ بابا جی کے کلام کو گورمکھی سے شاہ مکھی (فارسی) رسم الخط میں ڈھالتے وقت اہلِ علم و دانش نے عجلت، لاپرواہی اور عاقبت نااندیشی کا مظاہرہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مختلف دانش مندوں کے مرتبہ متون میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ ہر مرتب نے اپنی مرضی کا املا برتا، کئی ایک نے کلامِ فریدؒ میں لفظی اضافے کر کے اس کو ''مکمل'' کرنے کی سعادت حاصل کی اور بعض نے ''غیر ضروری لفظوں'' کو حذف کر کے کلام کو ''پاک'' کرنے کا فریضہ انجام دیا۔ اس طرح ایک ہی کلام کی متعدد اور متنوع صورتیں سامنے آئیں جو قارئین کے لیے حیرانی اور استعجاب کا باعث ٹھہریں اور وہ ہم آہنگ ہو کر

پکار اُٹھے: اِک معما ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

معاملہ یہیں تک محدود نہ رہا بلکہ بات آگے بڑھی تو تفہیم کلامِ فریدؒ کے کئی در وا ہوئے۔ اردو، انگریزی اور پنجابی میں کلامِ فریدؒ کے منظوم و منثور تراجم سامنے آئے اور شرحیں بھی مگر اکثر و بیشتر مقامات پر تفہیم و تعبیر کا سلسلہ ابہام و چیستاں کی صورت اختیار کر گیا۔ عقیدت ارادت، محبت اور اخلاص کے باوجود مترجمین و شارحین، کلامِ فریدؒ کی صحیح ترجمانی اور واضح صورت گری میں پوری طرح کامیاب نہ ہوئے۔

انیسویں صدی کے ربعِ دوم میں ''گورو گرنتھ صاحب'' میں شامل کلام کو بابا فریدؒ کے بجائے شیخ ابراہیم المعروف فرید ثانیؒ کی تخلیق قرار دیا گیا۔ سطحی اور بے بنیاد دلائل کا سہارا لے کر اس معرفت نشاں کلام کے چشمۂ صافی کو گدلانے کی کوشش کی گئی۔ اوّل اوّل اس غلط فہمی کو ایک بدیسی دانش مند میکالیف نے متعارف کرایا بعد میں باوا بدھ سنگھ، بے انت سنگھ، لاجونتی رام کرشنا، ڈاکٹر گوپال سنگھ، تیجا سنگھ، سریندر سنگھ کوہلی، عبدالغفور قریشی، وحید احمد مسعود، ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری اور کئی دوسروں نے میکالیف کی ہم نوائی کا شرف حاصل کیا۔ کج بحثی اور نافہمی کی اس گرد آلود فضا میں حیات و کلامِ فریدؒ کی سچی اور واضح تصویر کشی کا فریضہ پنجابی کے نام ور محقق محمد آصف خاں نے ادا کیا۔ انھوں نے اپنی گراں قدر کتاب ''آکھیا بابا فریدؒ نے'' میں نہ صرف حیات و کلامِ فریدؒ کے سلسلے میں پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دُور کرنے کی کامیاب کوشش کی بلکہ ''گورو گرنتھ صاحب'' میں شامل اور اس کے علاوہ کلام کو تذکروں، تاریخوں اور ملفوظات کے مجموعوں سے یک جا کر کے اس کی تہذیب و تدوین کا فریضہ انجام دیا۔ انھوں نے عمرِ عزیز کا ایک بڑا حصّہ کلامِ فریدؒ کی تدوین و تحقیق میں صرف کیا۔ بعض معمولی فروگزاشتوں کے باوجود محمد آصف خاں کی کتاب ''آکھیا بابا فریدؒ نے''، تحقیق اور تدوین کا شاہ کار ہے اور کلامِ فریدؒ کے لیے اسے معتبر اور مستند ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔

''اشلوک'' بابا فریدؒ شکر گنج کے منتخب کلام کا منظوم اُردو ترجمہ ہے۔ کلامِ فریدؒ کے ترجمے کا

خیال طالب علمی کے زمانے میں آیا۔ ۱۹۸۸ میں مَیں نے اس کام کا آغاز کیا۔ اس وقت میں کلامِ فریدؒ کے دیگر منظوم و منثور تراجم سے نا آشنا تھا۔ اس جہت میں مطالعہ آگے بڑھا تو کئی مرتبہ متون کے ساتھ ساتھ منظوم و منثور تراجم بھی سامنے آئے۔ ان تراجم و تشریحات سے مجھے اطمینان نہ ہوا اور ترجمہ کا خیال مزید مستحکم ہوا۔ میں نے مکمل کلام کے بہ جائے منتخب کلام کو اُردو کے قالب میں ڈھالنے کی سعی کی۔

شاعری اور پھر عارفانہ شاعری کو منظوم ترجمے کی تنگ نائے سے گزارنا سہل نہیں، اس مشکل کا مجھے قدم قدم پر احساس ہوتا رہا مگر چوں کہ میرا مقصدِ وحید اُردو دُنیا کو افکار و پیامِ فریدؒ سے متعارف کرانا تھا سو میں نے ترجمہ میں اسی مقصدیت کو اولیت دی ہے۔ اس قدغن کے باعث کئی مقامات پر مصرعے فن کارانہ حسن سے محروم بھی ہوئے ہیں۔ بابا فریدؒ کے اشلوک مختلف اوزان میں ہیں تاہم مَیں نے ترجمے کے لیے متقارب کی چہاردہ رکنی بحر اختیار کی ہے۔ یہ بحر دوہے کی قربت کا تاثر لیے ہوئے ہے اور نغمگیت کی حامل ہے۔ محمد آصف خاں کا ترتیب دادہ متن میرے نزدیک سب سے زیادہ مستند ہے اس لیے ترجمے کے لیے اسی متن کو بنیاد بنایا گیا ہے تاہم اشلوکوں کی ترتیب میں محمد آصف خاں کی پیروی نہیں کی گئی۔

[۲]

''اشلوک'' کا پہلا ایڈیشن ''زاویہ''۔ لاہور کے زیرِ اہتمام ۱۹۹۹ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ بابا فریدؒ شکر گنج کے معرفت بھرے کلام کی جاذبیت نے اہلِ دل کو اپنی طرف کھینچا؛ کلام کی برکت سے ترجمہ بھی دامن کشِ دل ہوا۔ ادبی رسائل و جرائد میں اس پر تبصرے ہوئے؛ اہلِ علم وادب نے ترجمے کو معیاری اور مفید قرار دے کر مترجم کی حوصلہ افزائی کی۔ جامعات میں تحقیق کے طلبہ نے دیگر تراجم کے ساتھ اس کا تقابل کیا اور دیگر تراجم سے ممتاز قرار دیا۔ الحمدللہ

پہلا ایڈیشن ایک ہزار کی تعداد میں چھپا تھا جو دو چار سالوں میں نکل گیا۔ ترجمے کی مانگ بدستور رہی اور بابا فریدؒ کے عقیدت کیش اس کی دوبارہ اشاعت کا تقاضا کرتے رہے؛ کئی

اشاعتی اداروں نے اس کی اشاعت کا عندیہ دیا مگر میں نظرِ ثانی کے بغیر اس کی اشاعت کے حق میں نہ تھا۔ ملازمتی و گھریلو مصروفیات نے اس طرح اُلجھایا کہ نظرِ ثانی کا یہ کام تعویق کا شکار رہا۔ چند ماہ پیش تر احباب کی تشویق پر نظرِ ثانی کا کام آغاز ہوا۔ پہلا ترجمہ اگرچہ رواں دواں اور متن کے قریب تھا مگر ذوقِ سلیم نے جابہ جا ''رفو'' کی ضرورت محسوس کی۔ رفوگری کا کام اندازے سے زیادہ نکلا۔ اس عمل میں پہلے ترجمے کی صورت اچھی خاصی تبدیل ہوگئی۔ گویا کلامِ فریدؒ کا ایک نیا ترجمہ سامنے آگیا جو پہلے ترجمے سے نسبتاً بہتر اور قدرے معیاری قرار دیا جاسکتا ہے۔

پہلی اشاعت میں کلامِ فریدؒ کے پانچ مرتبہ متون کا تقابلی مطالعہ کر کے اختلافِ متن کو حاشیے میں پیش کیا گیا تھا، زیرِ نظر اشاعت میں اسے شامل نہیں کیا جا رہا۔ اس اشاعت میں پانچ اشلوکوں کے ترجمے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اب ترجمہ شدہ اشلوکوں کی تعداد اسّی ہوگئی ہے۔ اس اشاعت میں نثری ترجمے کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ امید ہے منظوم ترجمے کے ساتھ ساتھ نثری ترجمہ بھی فکرِ فریدؒ کے فروغ میں مؤثر کردار ادا کرے گا۔ پہلی اشاعت میں فرہنگ آخر میں الف بائی ترتیب سے مرتب کی گئی تھی، حالیہ ایڈیشن میں ہر اشلوک کے ساتھ مشکل لفظیات کے معانی پیش کیے جا رہے ہیں، امید ہے اس سے کلام کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد ملے گی۔

''اشلوک'' کی یہ اشاعت ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی جیسے مقتدر اور معروف علمی ادارے کے اہتمام سے منظرِ عام پر آ رہی ہے۔ میں ادارے کے جملہ اراکینِ گرامی کا شکر گزار ہوں خاص طور پر ڈاکٹر رؤف پاریکھ کا، جن کی توجّہ سے یہ مرحلہ سر ہوا۔

اسلام آباد

ارشد محمود ناشاد

برقی رابطہ: arshad_nashad@yahoo.com

دستی فون: ۰۳۰۰-۵۳۹۱۱۴۰

اشلوک

بابا فرید شکر گنج کا منتخب کلام مع منظوم و منثور ترجمہ

فریدا جو تَیں مارن مُکیاں تنہاں نہ ماریں گُھم
آنپڑے گھر جائیے ، پَیر تِنہاں دے چُم

فریدؔ جو تُجھ سے لڑیں ہمیشہ ، اُن سے تُو مت لڑ
اپنے گھر کا رستہ لے اور اُن کے پاؤں پکڑ

فریدا! جو تجھ سے اُلجھتے ہیں، تُو ان سے نہ اُلجھ۔ ان سے معافی طلب کر اور اپنے گھر کا رستہ لے۔

تیں: تو، تجھے　　تنہاں: ان کو، انھیں
گھم: گھوم کر، جواب میں　　آنپڑے: اپنے

جے جاناں لڑ چِھجنا ، پِیڈھی پائیں گنڈھ

تَیں جے وڈ مَیں نہ کو ، سبھ جگ ڈِٹھا ہنڈھ
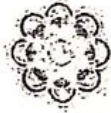
دامن ہے گر کٹا پھٹا تو ، پکی گانٹھ لگا

جگ میں تُو نے دیکھ لیا ہے، کوئی نہیں رب سا

اگر دامن تار تار ہے تو اسے گرہ لگا کر مضبوط کر لو۔ تُو نے دُنیا میں رہ کر دیکھ لیا کہ کوئی رب جیسا (مضبوط) سہارا نہیں ہے۔

لڑ: دامن، پلّو

چھجنا: پھٹا ہوا، بوسیدہ

ڈِٹھا: دیکھ لیا ہے

ہنڈھ: رہ کر، تجربہ کر کے

آپنا لایا پِرم نہ لگ اِی ، جے لوچے سبھ کوءِ

ایہہ پِرم پیالہ کھسم کا ، جَیں بھاوے تَیں دےءِ

اپنی رضا سے عشق خزانہ ، ہرگز ہاتھ نہ آئے

سائیں کی مرضی سے پائے ، جو یہ دولت پائے

عشق کی دولت اپنی مرضی سے نہیں ملتی، چاہے ہر کہیں اُس کی تلاش کی جائے۔ عشق کا جام تو مالک کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کو چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

پِرم: پیار، محبت
لوچے: آرزو کرے، ڈھونڈے
کھسم: مالک مراد اللہ تعالیٰ
جَیں: جس کو جسے

فریدا در درویشی گاکھڑی، چلّاں دُنیا بھت
بنھّ اُٹھائی پوٹلی ، کِتّھے ونجاں گھت

فریدؔ! فقیری کارِ مشکل ، دُنیادار بنوں
مگر ہے سر پر فقر کی گٹھڑی ، اس کو کہاں دھروں؟

فریدؔ! درویشی بہت مشکل ہے، دُنیاداروں کی طرح رہنے کی آرزو ہے
مگر سر پر جو درویشی کی بھاری گٹھڑی ہے اس کو کہاں رکھوں؟

گاکھڑی: مشکل
پوٹلی: گٹھڑی

بھت: کی طرح، کی مانند
ونجاں: جاؤں
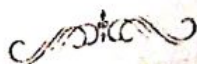
دیکھ فریدا جو تھیا ، شکر ہوئی وِس
سائیں باجھوں آپنے ویدن کہیے کس

دیکھ فرید ہوئی ہے کیسے؟ شکر زہر مثال
بِن سائیں بتلائیں کس کو؟ اپنے غم کا حال

فریدؒ! دیکھ (اعمالِ بد کی وجہ سے) کیسے شکر زہر میں بدل گئی ہے۔ اپنی اس مصیبت اور پریشانی کا حال اب سائیں کے بغیر کس سے کہوں؟

تھیا: ہوا، ہوگیا　　　وِس: زہر

باجھوں: بغیر، بِوا　　　ویدن: پریشانی، مصیبت

فریدا جے تُوں عقل لطیف، کالے لکھ نہ لیکھ

آنپڑے گریوان میں، سِر نیواں کر دیکھ

فریدؔ! اگر ہے تُو عاقل و دانا، کالے کام نہ کر

جھانک گریباں میں اپنے اور سائیں کی ذات سے ڈر

فریدؔ! اگر تُو لطیف عقل رکھتا ہے تو پھر (سیاہ کاری کے باعث) اپنے اعمال نامے کو سیاہ نہ کرو۔ اپنے گریبان میں جھانکو اور معافی طلب کرو۔

عقل لطیف: باشعور، عاقل و دانا — لیکھ: مقدر، اعمال

گریوان: گریبان — نیواں: جھکا کر، نیچے کر کے

فریدا جاں تَو کھٹّن ویل، تاں تُوں رَتّا دُنی سیوں
مرگ سوائی نینھہ ، جاں بھریا تاں لدیا

فریدؔ! عمل کے لمحے تُو نے دُنیا سنگ گنوائے
سیر ہوا جب تُو دُنیا سے، موت پریت بڑھائے

فریدؔ! جب تمھاری کمائی (نیک اعمال) کا وقت تھا، تب تُو دُنیا کے لہو ولعب میں ڈوبا رہا۔ جب دُنیا سے تیرا دل بھر گیا تب موت تُجھ سے اپنا رشتہ بڑھانے لگی۔

کھٹّن ویل: کمائی کا وقت — رتّا: رنگا ہوا
سوائی: زیادہ، بہت — لدیا: گزرگیا، چلاگیا

فریدا جاں تَو کھٹّن ویل، تاں تُوں رَتّا دُنی سیوں

مرگ سوائی نینھہ ، جاں بھریا تاں لدیا

فریدؔ! عمل کے لمحے تُو نے دُنیا سنگ گنوائے

سیر ہوا جب تُو دُنیا سے ، موت پریت بڑھائے

فریدؔ! جب تمھاری کمائی (نیک اعمال) کا وقت تھا ، تب تُو دُنیا کے لہو و لعب میں ڈوبا رہا۔ جب دُنیا سے تیرا دل بھر گیا تب موت تُجھ سے اپنا رشتہ بڑھانے لگی۔

کھٹّن ویل: کمائی کا وقت — رتّا: رنگا ہوا

سوائی: زیادہ، بہت — لدیا: گزر گیا، چلا گیا

فریدا کُوکیندیاں، چانگیندیاں، متّیں دیندیاں نِت
جو شیطان ونجایا ، سَے کِت پھیریں چِت

فرید! انھیں ہم روکیں ٹوکیں ، لاکھ انھیں سمجھائیں
جو شیطان کے بہکائے ہیں سیدھی راہ نہ پائیں

فرید! چاہے جتنی آوازیں دو، سمجھاؤ اور پند و نصیحت کرو مگر جنھیں شیطان نے گمراہ کر دیا ہے وہ راہِ راست پر کبھی نہیں آتے۔

کُوکیندریاں: آوازیں دیتے
متّیں: نصیحتیں
کت: کب
چانگیندریاں: چیخ چیخ کر بلاتے
چت: دھیان، توجہ
ونجایا: برباد کیا ہوا، گم راہ کیا ہوا

فریدا تھیو پواہی دَبھ ، جے سائیں لوڑیں سبھ
اِک چھجّے ، بیا لتاڑِیے ، تاں سائیں دے دروازِیے

فریدؔ! طلب ہے حق کی اگر تو ، بن رستے کی گھاس
تیری پامالی سے ہو گی ، پُوری من کی آس

فریدؔ! اگر مالک کی تلاش ہے تو راستے کی گھاس بن۔ لوگ تجھے جب روندھیں اور پامال کریں گے تب مالک کے ہاں تجھے باریابی ملے گی۔

تھیو: ہو جاؤ ، بن جاؤ — پواہی: راستے کی
دَبھ: خودرو گھاس — چھجے: ذلیل ہو ، پامال ہو
واڑیے: داخلہ ملے ، باریابی ملے — بیا: دوسرا

فریدا مَیں جانیا دُکھ مجھ کُوں، دُکھ سبھا اے جگ
اُچّے چڑھ کے دیکھیا ، تاں گھر گھر ایہا اگ

فریدؔ میں سمجھا ، غم میں جلنا ، ہے بس میرا بھاگ
بام پہ آ کر دیکھا ، تو ہے ، سارے نگر یہ آگ

فریدؔ! میرا خیال تھا کہ دُکھ صرف میرے لیے ہے۔ دُکھ تو سارے زمانے میں ہے۔ بام پر آ کر دیکھا تو گھر گھر یہی آگ دکھائی دی۔

جانیا: خیال کیا، اندازہ لگایا
کُوں: کو
سبھا: سب، سارے
اُچے: بلندی پر، بام پر
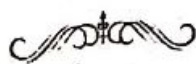
کندھی ویہن نہ ڈھا، تُوں بھی لیکھا دیونا
جدھر رب رضا ، وہن تداؤں گو کرے

آبِ رواں مت کاٹ کنارے، اپنے آپ میں رہ
جس جانب ہے رب کی رضا، تو، اس جانب کو بہہ

اے آبجو! تُو (اپنے جوش و مستی میں) کناروں کو نہ گرا، اس کا تُجھے حساب دینا ہوگا۔ جدھر رب کی رضا ہے تو اس سمت میں بہتی جا۔

کندھی: کنارہ، ساحل — ویہن: ندی، دریا
لیکھا: حساب کتاب — دیونا: دینا
تداؤں: اُس طرف، اُدھر — گو کرے: رخ کرو، جاؤ

کاگا چُونڈ نہ پِنجرا ، بسّے تاں اُڈر جاء
جِت پِنجرے میرا شوہ وَسے ماس نہ تِدوں کھاء

کاگا دیکھ نہ نوچ بدن کو ، دُور کہیں اُڑ جا
بدن میں ساجن کا ڈیرا ہے، اس کا گوشت نہ کھا

اے کوّے! میرے بدن کو نہ نوچ کہیں دُور اُڑ جا۔ جس بدن میں میرا محبوب بستا ہے، اس کا گوشت نہ کھا۔

کاگا: اے کوّے

اُڈر: اُڑ

ماس: گوشت

چُونڈ: نوچ، کھسوٹ

جت: جس

تدوں: وہاں سے، اس جگہ سے

پاڑ پٹولا دھج کری ، کمبلڑی پھریو
جنھیں ویسیں شوہ ملے، سے ای ویس کریو

فریدؔ! یہ جامۂ ریشم پھاڑ دے ، پہن فقیری کمبلی
جس کو پہن کے سائیں ملے ہے وہ پوشاک بھلی

فریدؔ! یہ خوش رنگ لباس تار تار کر دو اور کمبلی اوڑھ لو۔ جس لباس میں ساجن ملنا پسند کرے، وہی لباس زیبِ تن کرنا چاہیے۔

پٹولا: پوشاک، لباس — دھج کری: تار تار کر دو، پھاڑ ڈالو

ویسیں: حالت، لباس — سے ای: وہ ہی، وہی

فریدا گلیئیں چِکڑ ، دُور گھر ، نال پیارے نینھہ

چلاں تاں بھِجے کمبلی ، رہاں تاں تُٹّے نینھہ

فریدؔ! ہے گلی میں ہر سو کیچڑ ، دُور مقامِ یار

جاؤں ہووے کمبل گیلا، ٹھہروں، ٹوٹے پیار

فریدؔ! گلی میں ہر سو کیچڑ ہے۔ ساجن سے مجھے بہت محبت ہے، اس کا گھر دُور ہے۔ اگر میں جاؤں تو کمبل بھیگ جائے گا اور اگر نہ جاؤں تو پیار ٹوٹ جائے گا۔

گلیئیں: گلی میں

چکڑ: کیچڑ، گندگی

بھجے: گیلی ہو جائے، بھیگ جائے

رہاں: رک جاؤں، رہ جاؤں

بھجّو سِجّو کمبَلی ، اللّٰہ ورسو مینہہ
جا ءِ مِلاں تِنہاں سجناں ، ٹُٹو ناہِیں نینہہ

فریدؔ! ہو بے شک کمبل گیلا ، چھاجوں بارش برسے
ملنے جاؤں گا ساجن سے ، پیار پریت نہ ٹُوٹے

فریدؔ! بے شک تیز بارش میں میری کمبلی گیلی ہو جائے مگر میں اپنے ساجن سے ملنے کے لیے ضرور جاؤں گا تاکہ پیار کا رشتہ نہ ٹُوٹے۔

بھجّو: بھیگ جائے　　مینہہ: بارش
تِنہاں: اُن کو　　ٹُٹو: ٹُوٹے

فریدا خاک نہ نندیے، خاکو جیڈ نہ کو،
جیوندیاں پیراں تلے، مویاں اُپر ہو،

فریدؔ! نہ خاک کو بُرا کہو تُم، خاک کا درجہ اعلا
جیتے بوجھ سہارے تیرا، موت کے بعد ہے پردا

فریدؔ! خاک کو بُرا بھلا نہ کہو، کیوں کہ خاک جیسی اور کوئی چیز نہیں۔ یہ زندگی میں تیرا سہارا بنتی ہے اور مرنے کے بعد تجھے اپنی آغوش میں چھپا لیتی ہے۔

نندیے: بُرا کہیے
جیڈ: جیسی، کی مانند
جیندیاں: زندگی میں
اُپر: اوپر

فریدا جاں لب تاں نینہہ کیا ، لب تاں کُوڑا نینہہ

کِچر جھٹ لنگھائیے ، چھپر تُٹّے مینہہ

فریدؔ ہوس ہے جس میں ذرا بھی ، جھوٹا ہے وہ پیار

ٹوٹا چھپر پل کا سہارا ، پڑے جو مینھ کی دھار

فریدؔ! جہاں ہوس ہے، وہاں پیار نہیں۔ ہوس زدہ پیار جھُوٹا ہے۔
ٹُوٹے چھپر میں کتنی دیر تک کوئی تیز بارش سے سلامت رہ سکتا ہے۔

لُب: لوبھ، لالچ — نینہہ: پیار، محبت

کُوڑا: جھُوٹا — کچر: کب تک، تابہ کے

چھپر: گھاس پھونس کی جھونپڑی — لنگھائیے: گزاریے، بسر کیجیے

فریدا ڈُکھاں سیتی دینہہ گیا ، سُولاں سیتی رات
کھڑا پکارے پاتنی ، بیڑا کپر وات

فریدؔ! دُکھوں میں ہر دن گزرا اور غم میں ہر رات
کھیون ہار پُکار رہا ہے ، ناؤ بھنور کے ہات

فریدؔ! دِن دُکھوں میں تمام ہوا اور رات کرب و اذیت میں گزری۔ ناخدا مسلسل پُکار رہا ہے کہ ناؤ طوفان کی زد میں ہے۔

ڈُکھاں: مصائب، پریشانیاں
سیتی: سے، کے ساتھ
دینہہ: دن
سُولاں: کانٹے، تکلیفیں
پاتنی: ملاح، ناخدا
کپر: بھنور، گرداب

فریدا گور نِمانی سڈ کرے، نِگھریا گھر آؤ
سَر پَر میں تھے آونا ، مرنوں نہ ڈریاؤ

فریدؔ پُکارے قبر ہمیشہ ، " آ جا اپنے گھر
آخر تو نے مر جانا ہے ، مرنے سے مت ڈر"

فریدؔ! قبر بیچاری ہر وقت پُکار رہی ہے کہ اے بے خانماں! اپنے گھر آ جاؤ۔ تم نے آخر کار تو یقیناً مجھ میں سمانا ہے، موت سے نہ گھبراؤ۔

گور: قبر، لحد
سڈ کرے: پُکارے، بُلائے
سَر پَر: ضرور بالضرور

نمانی: عاجز
نگھریا: بے خانماں، بے گھر
ڈریاؤ: ڈرو، خوف زدہ ہو۔

کندھي اُتے رُکھڑا ، کِچرک بنھے دھیر

فریدا کچّے بھانڈے رکھِیے، کچر تائیں نِیر

فرید رہے سلامت کب تک ، پیڑ کنارِ دریا

کب تک پانی روک کے رکھے؟، نازک کچّا بھانڈا

دریا کے کنارے پر ایک چھوٹا سا پیڑ کب تک حوصلہ قائم رکھے؛ فریدؔ! کچے برتن میں کب تک پانی کو روکا جا سکتا ہے؟

کندھی: ساحل، کنارہ

کچرک: کب تک

بھانڈا: برتن

رُکھڑا: چھوٹا درخت، پودا

دھیر: حوصلہ

نیر: پانی
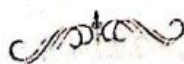
آپ سنواریں مَیں مِلیں ، مَیں مِلیاں سُکھ ہو ٸ
فریدا جے تُوں میرا ہو ٸ رہیں، سبھ جگ تیرا ہو ٸ

فریدؔ سنوار لے اپنے آپ کو، مِل جائے گا رب
رب کا قُرب جو مِل جائے تو، جگ ہے تیرا سب

خود کو سنوار تا کہ تُجھے میری معرفت حاصل ہو جائے۔ میرے قرب میں سُکھ ہے۔ فرید! اگر تُم میرے بن جاؤ تو ساری دُنیا تمھاری ہو گی۔

سنواریں: ٹھیک کرلو　　مِلیں: حاصل ہو جاؤں
ہوءِ رہیں: ہو کر رہو، بن کر رہو　　جگ: دُنیا

فریدا محل نِسکّھن رہ گئے ، واسا آیا تَل
گوراں سے نمانیاں ، بہسن روحاں مَل
آکھیں شیخا بندگی ، چلن اج کہ کل

فریدؔ یہ کوٹھی بنگلے آخر ، ہوں گے سب برباد
گورستاں کی زینت ہوں گے سب زندہ افراد
غافل! تُو بھی مر جائے گا ، کر لے رب کو یاد

فریدؔ! محلات خالی ہو گئے، لوگ مٹی تلے جا آباد ہوئے۔ارواح نے اپنے لیے قبریں منتخب کرلیں۔فرید! اللہ کی عبادت کرو، دیر یا سویر تمھیں بھی یہاں سے چلنا ہے۔

نِسکھن : خالی
تَل : زیرِ خاک، نیچے
واسا: آبادی، لوگ
آکھیں: کہو، کرو

فریدا دریاوے کنّے بگلا ، بیٹھا کیل کرے
کیل کریندے ہنجھ نوں ، اچنتے باز پئے

فرید کنارۂ آب پہ بیٹھا ، بگلا ناز کرے
لیکن باز اچانک آ کر اُس پر ٹوٹ پڑے

ترجمہ! کنارۂ دریا پر بیٹھا بگلا کھیل مستی میں مصروف ہے۔ غفلت کے اس عالم میں اچانک اس پر باز ٹوٹ پڑتا ہے۔

کنّے : کنارے، ساحل پر — کیل کرنا: کھیلنا، مست ہونا
ہنجھ : ہنس، بگلا — اچنتے : غفلت میں، اچانک

کجھ نہ بُجھّے ، کجھ نہ سُجھّے، دُنیا گُجھّی بھاہ
سائیں میرے چنگا کیتا ، نہیں تاں ہنبھی دجھّاں آہ

جس کا بھید نہ ظاہر ہو وہ ، خفیہ آگ ہے دُنیا
رب کا لطف ہوا ہے مجھ پر ، ورنہ میں بھی جلتا

دُنیا ایسی پوشیدہ آگ ہے جس کی کُچھ سمجھ نہیں آتی، کُچھ خبر نہیں ہوتی۔
مجھ پر رب کا فضل ہے ورنہ میں بھی اس آگ میں بھسم ہو جاتا۔

بُجھّے : معلوم ہو، پتا لگے
ہنبھی : میں بھی
گُجھّی : پوشیدہ، چھپی ہوئی
دجھّاں : جل جاتا

فریدا جے جاناں تِل تھورڑے ، سنبھل بُک بھری
جے جاناں شَوہ نںڈھڑا ، تھوڑا مان کری

فریدؔ! اگر تِل تھوڑے ہوں تو، سوچ کے مُٹھی بھرنا
گر کم سِن محبوب مِلے تو ، اُس پر ناز نہ کرنا

فریدؔ! اگر جانو کہ تِل تھوڑے ہیں تو احتیاط سے مٹھی بھرنی چاہیے۔ اگر محبوب کم سن اور نازک اندام ہو تو اس پر زیادہ مان نہیں کرنا چاہیے۔

تھورڑے: بہت کم، قلیل　　بُک: مُٹھی
شَوہ: محبوب، یار　　نںڈھڑا: کم سن، نوجوان

دیکھ فریدا جو تھیا ، داڑھی ہوئی بھُور
اگوں نیڑا آیا ، پچھا رہیا دُور

فریدؔ سفید ہوئی ہے ڈاڑھی ، اب تو جاگ ذرا
دُنیا دُور ہوئی ہے تجھ سے اور قریب عقبا

فریدؔ! دیکھو کیا ہوگیا ہے؟ تمھاری ڈاڑھی سفید ہو چلی ہے۔ سمجھ کہ دُنیا تجھ سے دُور ہوتی جاتی ہے اور آخرت کی منزل قریب آ رہی ہے۔

تھیا: ہوگیا، ہوا
بھُور: سفید
اگوں: عقبیٰ، آخرت
نیڑا: نزدیک، قریب

فریدا اکھیں دیکھ پتینیاں ، سُن سُن رِینے کن

ساکھ پکندِی آئی آ ، ہور کریندی ون

فریدؔ ہوئی ہیں آنکھیں بے دم ، عاجز ہوئے ہیں کان

جیسے فصل پکے تو بدلے ، اپنا روپ نشان

فریدؔ! آنکھیں دیکھ دیکھ کر بے دم ہوگئی ہیں اور کان سُن سُن کر عاجز آ گئے ہیں۔(یہ حالت ایسی ہے) جیسے فصل پکنے کے قریب اپنا رنگ بدلنے لگتی ہے۔

پتینیاں: تھک گئی ہیں، بے دم ہوگئی ہیں ساکھ: شاخ، فصل

رینے: بہرے ہوگئے، عاجز آگئے ون: حالت، صورت، رنگ
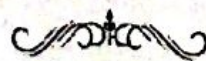
فریدا جنگل جنگل کیا بھویں ، ون کنڈا موڑیں
وسی رب ہِیا لِیے ، جنگل کیا ڈُھونڈیں

جنگل بیلے کس کی تلاش میں؟ فریدؔ ہے محوِ خرام
رب موجود ہے دل میں تیرے، بَنوں میں ہے کیا کام؟

فریدا! جنگل جنگل کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے، اپنی حالت کو بدل، رب تمھارے دل میں موجود ہے، تُو جنگل میں کس کو تلاش کر رہا ہے؟

بھویں: پھرتا ہے، گھوم رہا ہے
وَن کنڈا: حالت، کیفیت، صورت
ہیا: دل
وَسی: بستا ہے، رہتا ہے
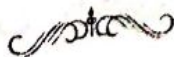
فریدا ایہنیں نِکی جنگھیئیں، تھل ڈُونگر بھویوم
اج فریدے کُوجڑا ، سَے کوہاں تِھیویوم

فریدؔ! انھی ٹانگوں پر کل تک، کوہ و دشت میں گھومے
آج قریب پڑا کوزہ بھی کوسوں دُور لگے

فریدؔ! انھی ناتواں ٹانگوں کے سہارے پہاڑوں اور ویرانوں میں پھرتے رہے اور آج (ان میں سکت نہیں) پاس پڑا کوزہ کوسوں دُور دکھائی دیتا ہے۔

جنگھیئیں: ٹانگوں سے
ڈونگر: پہاڑ
بھویوم: میں پھرا ہوں
تھیویوم: مجھ سے ہوگیا

فریدا راتیں وڈِیاں ، دھُکھ دھُکھ اُٹھن پاس
دھرگ تِنہاں دا جیونا ، جیہناں وڈانی آس

فریدؔ! ہیں راتیں اتنی لمبی ، پہلو سُلگ اُٹھیں
اُن کا جینا لعنت ہے جو غیر کی آس رکھیں

فریدؔ! راتیں اس قدر طویل ہیں کہ سوسو کر پہلو تھک جاتے ہیں۔ایسے جینے پر لعنت ہو جس میں (رب کی یاد سے غافل ہو کر) کسی غیر کی آرزو کی جائے۔

دھکھ دھکھ: جل جل کر
پاس: پہلو
دھرگ: لعنت، پھٹکار
وڈانی: بیگانے کی،غیر کی

فریدا جِن لوئن جگ موہیا ، سے لوئن مَیں ڈِٹھ

کجّل ریکھ نہ سہندیاں ، سے پنکھی سُوئے بہٹھ

فریدؔ! نثار زمانہ جن پر دیکھی ہیں وہ آنکھیں

کاجل دھار گراں تھی کل تک ، پر اب پنچھی بیٹھیں

فریدؔ! جن آنکھوں نے ایک زمانے کو اپنا گرویدہ کیا. وہ آنکھیں میں نے دیکھی ہیں۔ کاجل کی دھار سے گراں بار ہونے والی آنکھیں اب پرندوں کا مسکن ہیں۔

لوئن : آنکھیں — موہیا : رجھایا/بھایا

ڈِٹھ : میں نے دیکھیں — ریکھ : دھار

فریدا چِنت کھٹولا ، وان دُکھ ، بِرہ وِچھاون لیف
ایہہ ہمارا جِیونا ، تُوں صاحِب سچّے ویکھ

خوف کی سیج ہے ، غم کا بان اور ہجر کا اپنا بستر
یہ ہے ہمارا جینا صاحب! ہم پر ایک نظر

فریدؔ! ہماری چارپائی غم کی، بان دُکھوں کا اور لحاف جُدائی کا ہے؛ ی
ہماری گزر بسر کا یہی سامان ہے، اے سچے مالک تو لطف کی نگاہ کر۔

چنت : فکر، غم
کھٹولا: چارپائی
برہ: جدائی
وان: بان

فریدا روٹی میری کاٹھ کی، لاون میری بھُکھ
جیہناں کھادِی چوپڑی ، گھنے سہن گے دُکھ

فریدؔ! ہے فاقہ میرا سالن ، کاٹھ ہے میری روٹی
جو کھاتے ہیں چُپڑی ہردم ، اُن کی قسمت کھوٹی

فریدؔ! میری روٹی کاٹھ (لکڑی) کی ہے، میرا سالن میری بھوک ہے۔ جو ہر روز چُپڑی روٹی کھاتے ہیں وہ شدید دُکھ جھیلیں گے۔

کاٹھ: لکڑی
لاون: سالن، ترکاری
چوپڑی: چُپڑی ہوئی
گھنے: بہت زیادہ

رُکھّی سُکھّی کھا ءِ کے ، ٹھنڈا پانی پی ءِ

فریدا دیکھ پرائی چوپڑی ، نہ ترسائیں جی ءِ

روکھی سوکھی روٹی کھا کر ، ٹھنڈا پانی پی لو

فریدؔ پرائی چپڑی دیکھ کے ، مت ترساؤ جی کو

روکھی سُوکھی روٹی کھا کر ٹھنڈا پانی پیو (اور ہمیشہ رب کا شکر ادا کرو)
دوسروں کی چُپڑی روٹی دیکھ کر اپنے جی کو نہ ترساؤ۔

رُکھی: روکھی

سُکھی: سوکھی ہوئی

پرائی: غیر کی، بیگانی

چوپڑی: چُپڑی، گھی لگی روٹی

جوبن جاندے نہ ڈراں، جے شَوہ پریت نہ جاءِ

فریدا کِتی جوبن پرِیت بِن، سُک گئے کُملاءِ

جوبن بے شک ڈھل جائے پر، پیتم پریت نہ جائے

کتنے جوبن پریت بِنا ہی، سوکھے اور کمہلائے

جوانی کے گزرنے کی مجھے مطلق فکر نہیں، مجھے ڈر ہے کہ پیا کی محبت نہ چھن جائے کیوں کہ فریدؒ! کتنے جوبن میں نے بغیر پریت کے سوکھتے اور کمہلاتے دیکھے ہیں۔

جوبن: جوانی — شَوہ: محبوب، دلبر، خصم

کِتی: کتنے، بہت زیادہ — بِن: بنا، بغیر

٣٦

برہا برہا آکھیے ، برہا توں سلطان
فریدا جت تن برہوں نہ اُپجے سو تن جان مسان

ہجر و فراق طلب کر ہر دم ، ہجر ہے اِک سلطان
فریدا! جو تن اس سے ناواقف ، مٹّی اُس کو جان

ہر وقت فراق فراق کا ورد کرنا چاہیے۔ فراق سُلطان ہے۔ فریدا! جو جسم فراق کی لذت سے عاری ہے اُسے قبرستان خیال کرنا چاہیے۔

برہا: ہجر، جدائی
آکھیے: کہتے رہیے
جت: جس
مسان: شمشان گھاٹ

بُڈھا ہویا شیخ فرید ، کنبن لگی دیہہ

جےسَو ورھیاں جِیونا ، بھی تن ہوسی کھیہہ

فریدؔ ہوا ہے اب تُو بوڑھا ، لرزے بدن تمام

عمرِ نوحؑ ملے تو پھر بھی ، خاک ہی ہے انجام

فریدؔ! اب تُو بوڑھا ہوگیا ہے، تیرا سارا جسم لرزتا رہتا ہے، اگر سو سال بھی زندہ رہو، آخرِ کار جسم نے خاک ہونا ہے۔

جھلو جھلو : جل جل — پاس : پہلو

دھرگ : لعنت — وڈانی : بیگانے کی، غیر کی

جو سِر سائیں نہ نِویں ، سو سِر کِیجیے کاءِ
کُنّے ہیٹھ جلائِیے ، بالن سندے تھاںءِ

فریدؔ! نہ رب کے در پہ جُھکے جو ، وہ سر کیجے کیا
چولھے کا ایندھن ہے بے شک ، اُس کو آگ دکھا

جو سر مالکِ حقیقی کے سامنے خم نہ ہو، اس سر کو کیا کرنا؟ اس کو دیگ کے نیچے ایندھن کے طور پر جلا دو۔

نِویں: جھکے، خم ہو
بالن: ایندھن
کُنّے: ہانڈی، دیگ
سندے: کی جگہ

فریدا کالے مَینڈے کپڑے ، کالا مَینڈا وِیس

گناہیں بھریا مَیں پھراں ، لوک کہیں درویش

فریدؔ! لباس ہے میرا کالا اور ہے بھیس بھی کالا

سر پر بار گناہوں کا ہے، لوگ کہیں دل والا

فریدؔ! میری پوشاک کا رنگ سیاہ ہے اور میری حالت (قسمت) بھی اسی رنگ کی ہے۔ میرے سر پر گناھوں کا بار ہے پھر بھی لوک مجھے درویش خیال کرتے ہیں۔

مینڈے: میرے | ویس: حالت، طریقہ

گناہیں: گناہوں سے | درویش: نیک، فقیر

تتّی تو ء نہ پلوے ، جے جل ٹُبھی دے
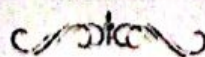
فریدا جو ڈوہاگن رب دِی ، جُھوریندی جُھورے

جلی ہوئی فصلوں کو آخر ، پانی کیا مہکائے

فریدؔ! جسے پھٹکارا رب نے ، ہاتھ مَلے پچھتائے

جلا ہوا پودا (فصل) اگر پانی میں ہمیشہ ڈوبا بھی رہے تو ہرگز نہ پھلے پھولے گا، (اسی طرح) جس کو رب نے دھتکار دیا ہے وہ (اپنی بدنصیبی پر) ہاتھ مَلتی رہے گی۔

تتّی: جلی ہوئی، بدقسمت

توء: پانی

ٹُبھی: غوطہ

پلوے: پھوٹے، پھلے پھولے
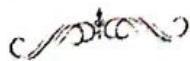
اج نہ سُتی کنْت سیوں، انگ مُڑیں مُڑ جائیں
جا ءِ پُچھو ڈوہاگنی ، تم کیو رَین وِہائیں

اِک شب پیا سے دُور رہی تو ، بدن کا حال خراب
جس کو ساجن چھوڑ دے اُس کی ، ہر اِک رات عذاب

فریدؔا! میں نے ایک رات پیا کے بغیر بسر کی ہے، میرا انگ انگ تکلیف میں ہے۔ جس کو پیا نے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے، اس سے معلوم کرو کہ وہ کیسے راتیں گزارتی ہے؟

کنت: پیا، شوہر — سیوں: کے ساتھ
ڈوہاگنی: مطلّقہ، طلاق یافتہ — وہائیں: بسر کرتی ہو

فریدا رب کھجوریں پکیاں، ماکھیا نئیں وہن
جو جو ونجے ڈیہڑا ، سو عمر ہتھ پوَن

فریدؔ! کھجور کے پیڑ لدے ہیں ، شہد کی نہر بہے
لیکن جو بھی لمحہ گزرے ، عمر کا زور گھٹے

فریدؔ! کھجوروں کے پیڑ پکی کھجوروں سے لدے ہوئے ہیں (ہر طرف) شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں (مگر) جو دن گزرتا ہے، عمر کم ہوتی جاتی ہے۔

ماکھیا: شہد کی
نئیں: ندیاں
وہن: بہہ رہی ہیں
ڈیہڑا: دن، روز

فریدا بار پرائے بَیسنا ، سائیں مُجھے نہ دیہہ
جے تُوں ایویں رکھسی ، جِیو سرِیروں لیہہ

فریدؔ! کسی کے دروازے پر، رب نہ مجھے لے جائے
گر میرا مقسوم یہی ہے ، موت پریت بڑھائے

فریدؔ! راتیں اس قدر طویل ہیں کہ سوسو کر پہلو تھک جاتے ہیں۔ ایسے جینے پر لعنت ہو جس میں (رب کی یاد سے غافل ہو کر) کسی غیر کی آرزو کی جائے۔

دُھکھ دُھکھ: سُلگ اُٹھیں
دھرگ: لعنت

پاس: پہلو
وڈانی: بیگانے کی، غیر کی
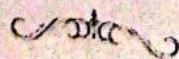
فریدا کوٹھے منڈپ ماڑیاں، اُساریندے بھی گئے
کُوڑا سودا کر گئے، گوریں آء پئے

فریدؔ! وہ قصر بنانے والے، چھوڑ کے قصر چلے
جھوٹا کاروبار کیا یاں، آخر خاک ہوئے

فریدؔ! عالی شان قصر. بلند و بالا ایوان اور شان دار محل بنانے والے بھی اس دُنیا سے رخصت ہوئے۔ اُنھوں نے دُنیا میں جھُوٹا کاروبار کیا اور بالآخر خاک ہی ان کا ٹھکانہ بنی۔

منڈپ: محل، ایوان
کُوڑا: جھوٹا
اُساریندے: معمار، بنانے والے
گوریں: قبریں، مٹی میں

چبن ، چلن ، رتّن ، سے سُنِئیر بھی گئے
ہِئیڑے مُتّی دھاہ ، سے جانی چل گئے

فریدؔ! تھکیں آنکھیں اور ٹانگیں ، کان اور دانت گئے
دل فریاد کرے سب ساتھی ، مجھ کو چھوڑ چلے

دانت، ٹانگیں، آنکھیں اور کان ایک ایک کر کے رُخصت ہو گئے۔
دل ڈھائیں مار مار کر روتا ہے کہ ساری عمر کے ساتھی چلے گئے۔

چبن : دانت	چلن : ٹانگیں
رتّن : آنکھیں	سُنئیر : کان
ہئیڑے : دل نے	مُتّی دھاہ : ڈھائیں ماریں

فریدا جیہنیں کمّیں نہ گُن، تے کمڑے وِسار
مت شرمندہ تِھیوہیں ، سائیں دے دربار

فریدؔ! نہیں جس کام میں خوبی ، اُس کو دل سے بھُلا
سائیں کے دربار میں ورنہ ، تُو کل نادم ہو گا

فریدؔ! جِن کاموں میں کوئی خوبی نہیں وہ کام تُو فراموش کر دے۔ ایسا نہ ہو کہ کل تجھے مالک کے دربار میں ندامت اُٹھانی پڑے۔

جیہنیں: جن میں
کمڑے: بُرے کام، اعمالِ بد
وِسار: بھُلا دے،
تَے: وہ

دِلوں محبّت جَیں ، سے ای سچّے آ
جَیں من ہور ، مُکھ ہور ، سے کانڈھے کچے آ
(آسا)

فریدؔا! جنھیں ہے دِلی محبّت ، وہ سچے انسان
قول اور فعل میں فرق ہے جن کے ، اُن کو جھوٹا جان

جو کسی سے دل سے محبت کرتے ہیں وہی تو سچے عاشق ہیں۔ جن کے من میں اور رہوتا ہے اور منہ پر کچھ اور وہ کچے ہوتے ہیں۔

جَیں : جن کو، جنھیں
سَے : وہ
مُکھ : منہ
کانڈھے : کہتے ہیں، کہلاتے ہیں

رتّے عشق خدا ء ، رنگ دِیدار کے
وِسریا جَیں نام ، تے بھوئیں بھار تھئے

(ا-زباؤ)

جن کو سچّا پیار خدا سے ، پائیں وصل کے جام
جو ساجن کو بھول گئے ہیں ، اُن کا خاک مقام

جو اللہ کے عشق میں رنگے ہوئے ہیں، اُنھیں وصل کی دولت حاصل ہے۔ جنھوں نے خدا کا نام یاد نہ رکھا، مٹّی میں مل کر بے نشاں ہوئے۔

رتّے: رنگے گئے
وِسریا: بھلا دیا
بھوئیں: خاک، مٹّی
تھئے: ہوئے

لمّی لمّی ندی وہے ، کنُدھی کیرے ہیت
بیڑے نُوں کپر کیا کرے ، جے پاتن رہے سُچیت

فریدؔ! کنارہ کاٹتی جائے تیز ندی کی دھار
بیچ بھنور کے ناؤ سلامت ، گر مانجھی ہُشیار

لمبی لمبی تیز ندی بہ رہی ہے اور کناروں کو کاٹتی جاتی ہے۔ اگر مانجھی ہُشیار ہو تو ناؤ کو بھنور اور طوفان سے کچھ خطرہ نہیں۔

کندھی: کنارہ، ساحل
وہے: بہے، بہ رہی ہے
سُچیت: ہوشیار
کپر: طوفان، بھنور

فریدا بُرے دا بھلا کر، غصّہ من نہ ہنڈھاء

دیہی روگ نہ لگ ای، پلّے سبھ کچھ پاء

فریدؔ! بھلا کر بد سے ہمیشہ اور نہ غصّہ کھا

ہر اِک روگ سے جان چھڑا اور بڑے مراتب پا

فریدؔ! بُروں سے بھی بھلائی کرو اور کسی پر غصّہ نہ کرو۔ اس سے تمھارا وجود بیماریوں سے بچ جائے گا اور تمھیں اس کا اجر بھی ملے گا۔

ہنڈھا: استعمال کر، برت

من: دل

دیہی: جسم، بدن

لگ ای: لگتا

زندگی دا وِساہ نہیں ، سمجھ فریدا تُوں
کر لَے اچھے عمل تے ہو جا سرنگوں

فریدؔ! نہیں ہے دم کا بھروسا، ہر دم رہے خیال
عجز لِباس بنا لے اپنا ، کر اچھے اعمال

فریدؔ! اس بات کو اچھی طرح جان لے کہ زندگی کا کوئی بھروسا نہیں۔
اچھے اعمال کر اور (رب کے سامنے) جھک جا۔

وِساہ: بھروسا
سرنگوں: جھک جا، خم ہو جا

فریدا ایسا ہو رہو ، جیسے ککھ مسیت
پیراں ہیٹھ لتاڑیے ، صاحب نال پریت

مسجد کے خاشاک کی صورت تُم بھی فریدؔ بنو
عجز کو اپنا شعار کرو اور رب کے قریب رہو

فریدؔ! ایسے رہو جیسے مسجد میں خس وخاشاک ہوتے ہیں، جو (لوگوں کے پاؤں کے نیچے) مسلے جاتے ہیں۔ رب سے سچی محبت اسی (طرزِ عمل) میں ہے۔

ککھ: تنکے، گھاس پھونس
ہیٹھ: نیچے
میسیت: مسجد
صاحب: مالک، مرادرب تعالیٰ
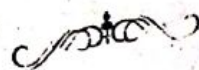
فریدا کالیں جیہنیں نہ راویا، دَھولیں راوے کوء

کر سائیں سیوں پرہڑی ، رنگ نویلا ہوء

فریدؔ شباب میں یار نہ ریجھا، شیب میں وصل کہاں

پیتم سے کر پریت کہ پھر ہو، رنگِ وصل عیاں

فریدؔ! جنھیں جوانی میں محبوب کا قرب نہیں ملا، انھیں بڑھاپے میں کب وصل نصیب ہوگا؟ رب سے سچی محبت کرو تاکہ اس کا وصل نصیب ہوجائے۔

کالیں: کالے بالوں مراد جوانی　　راویا: لبھایا، رجھایا

دَھولیں: سفید بالوں مراد بڑھاپا　　پرہڑی: پریم، محبت

فریدا تن سُکا پنجر تِھیا ، تلیاں کُھونڈیں کاگ
اجے سُ رب نہ بَوہڑیو ، دیکھ بندے کے بھاگ

فریدؔ! ہوا تن سُوکھ کے کانٹا ، تلوے نوچیں کاگ
رب کے لطف سے دُور ہوں اب تک، دیکھو میرے بھاگ

فریدؔ! میرا جسم (بڑھاپے کے باعث) ہڈیوں کا پنجرہ بن گیا ہے، میرے تلوے کوّے نوچ رہے ہیں مگر میری بدنصیبی دیکھو کہ ابھی تک مجھے رب کا قُرب حاصل نہیں۔

تھیا: ہوا، ہو گیا
کھونڈیں: ٹھونگیں ماریں
بوہڑیو: پہنچنا، باریاب ہونا
بھاگ: نصیب، مقدر

فریدا گلیں سُ سجن ویہہ، اک ڈھونڈیندی نہ لہاں
دُھکھاں جیوں مالیہہ، کارن تِنھاں ما پِری

فریدؔ! بہت ہیں یار گلی میں، پر وہ شوخ کہاں؟
جس کے ہجر میں خاکستر ہیں، میرے جسم و جاں

فریدؔ! گلی میں بیسیوں خوب رو پھرتے ہیں پر وہ محبوب کہاں ہے؟
جس کی مجھے تلاش ہے اور جس کے فراق میں مَیں گوہے کی تھاپی کی
طرح جل رہا ہوں۔

ڈھونڈیندی: میں جس کی تلاش میں ہوں   دُھکھاں: جلوں
ماپری: میرا پیارا   مالیہہ: خشک گوہے کی تھاپی
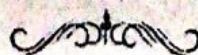
فریدا مَیں نُوں مُنج کر ، نِکّی کر کر کُٹ
بھرے خزانے رب دے جو بھاوے سو لُٹ

فریدؔ! اَنا کو اپنی ہر دم ، مونج کی صورت کوٹ
رب کے بھرے خزانوں سے پھر، جو چاہے سو لوٹ

فریدؔ! اپنی اَنا کو مونج کی صورت کوٹتا رہ (تا کہ وہ ملائم ہو جائے)، پھر رب کے بھرے خزانوں سے ہر چیز تجھے مل جائے گی۔

مَیں : اَنا، تکبر
مُنج : مونج، گھاس کی ایک قسم
نکّی : باریک، چھوٹی
کُٹ : کوٹ، رگڑ
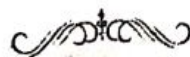
فریدا کوٹھے منڈپ ماڑِیاں، ایت نہ لائیں چِت
مِٹی پئی اتولویں ، کوئی نہ ہوسی مِت

فریدؔ! یہ ہیں جو کوٹھی بنگلے ، اِن سے دل نہ لگا
زیرِ خاک یہ ساری چیزیں ، دیں گی ساتھ ترا؟

فریدؔ! ان اونچے اونچے محلات اور بڑی بڑی کوٹھیوں سے اس قدر پیار نہ کر۔ جب تُجھ پر بہت ساری مٹی ڈالی جائے گی تب یہ تیرا ساتھ نہیں دیں گے۔

منڈپ: محل، قصر　　ایت: اس قدر، اتنا
اتولویں: بے حساب، بہت　　مِت: میت، ساتھی

فریدا من میدان کر ، ٹوئے ٹِبے لاہ
اگے مُول نہ آوسی ، دوزخ سندِی بھاہ

فریدؔ! تُو اپنے من کی دھرتی ، کر لے گر ہموار
آگے تیرے آ نہ سکے گی پھر دوزخ کی نار

فریدؔ! اگر تُو اپنے دل کی زمین کو میدان کی طرح ہموار کر لے تو پھر دوزخ کی آگ تیرے سامنے نہیں آئے گی۔

من: دل، خواہش
مُول: بالکل، مطلق
ٹوئے ٹِبے: گڑھے اور کھائیاں
بھاہ: آگ

فریدا لوڑے داکھ بجوڑیاں ، کِکر بیجے جٹ

ہنڈھے اُن کتائیندا ، پیدھا لوڑے پٹ

فریدؔ! مِلے پھل اُس کو کیونکر؟ کیکر بیجے جو

کاتی جس نے اُون ہمیشہ ، کیسے ریشم ہو؟

فریدؔ! جس نے ہمیشہ کیکر بیجے ہوں اُسے باجوڑ کا انگور کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ جس نے ہمیشہ اُون کاتی ہے اُسے پہننے کے لیے ریشم کیسے مِل سکتا ہے؟

لوڑے: تلاش کرے

داکھ بجوڑیاں: باجوڑ کی انگور

ہنڈھے: زندگی گزارے، عمر صرف کرے

اُن: اون

پیدھا: پہننے کے لیے، پہناوا

پٹ: ریشم

فریدا میں بھولاوا پگ دا ، مت میلی ہو جاۓ
گیہلا روح نہ جان ای ، سر بھی مٹی کھاۓ

فریدؔ ہمیشہ کُلاہ کو اپنی ، دھول سے رکھے پاک
بے چارے کو علم نہیں ہے سر بھی ہو گا خاک

فریدؔ! مجھے اپنی پگڑی کی فکر ہے کہ کہیں میلی نہ ہو جائے مگر غافل روح کو یہ خبر نہیں کہ سر بھی مٹی کی خوراک بنے گا۔

بھولاوا: فکر، خیال
مت: ایسا نہ ہو کہ
گیہلا: غافل، بے خبر
جان ای: باخبر، آگاہ

فریدا شکر، کھنڈ، نوات، گُڑ، ماکھیوں، ماجھا دُدھ

سبھّے وستُو مِٹھیاں ، رب نہ پُجّن تُدھ

فریدؔ! نبات اور شکر چینی ، شہد اور دُودھ یہ سب

بے شک سب شیریں ہیں لیکن شیریں تر ہے رب

فریدؔ! شکر، چینی، نبات، گڑ، شہد اور بھینس کا دودھ بے شک میٹھی چیزیں ہیں مگر ان سب چیزوں سے کہیں میٹھا رب ہے۔

نوات: نبات، مصری

ماجھادُدھ: بھینس کا دودھ

وستُو: چیزیں

پُجن: پہنچیں، مقابلہ کریں

شیخ حیاتی جگ ، نہ کوئی تِھر رہیا

جِس آسن ہم بیٹھے ، کیتے بَیس گیا

فریدؔ! حیات اور دُنیا فانی ، کون؟ مدام رہے

بیٹھ چُکے ہیں لوگ ہزاروں ، آج جہاں ہم بیٹھے

فریدؔ! زندگی اور دُنیا سب فانی ہیں، کسی شے کو بھی دوام نہیں۔ جس جا

آج ہم بیٹھے ہیں یہاں کتنے لوگ بیٹھے اور چلے گئے۔

تھِر : قائم، اٹل

آسن : جگہ، مقام

کیتے : کتنے زیادہ

بَیس : بیٹھ

پر ہے بہون ، کتھہ سُکھ پائے
جاں ہوۓ کرپال تاں پربُھو مِلائے

فریدؔ! بغیر پریت پیار کے ، کون کہاں سُکھ پائے
رب کا لُطف اگر حاصل ہو ، وصل کا لطف اٹھائے

فریدؔ! محبت کے بنا کوئی کیسے سکون اور آرام حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ کریم کا فضل ہو تب محبوب کا قُرب حاصل ہوتا ہے۔

پر ہے: پیار، پریت
کرپال: مہربان
بہون: بغیر رہنا
پربھو: محبوب۔ مراد اللہ تعالیٰ

واٹ ہمارِی کھری اُڈِینی

کھنیوں تِکھی بہت پئینی

فریدؔ! فقیری والا رستہ ، کٹھن ہے اور دشوار

ایسا تیز ہے اور باریک ہے جُوں تلوار کی دھار

فریدؔ! ہمارا سفر بہت مشکل اور کٹھن ہے۔ راستہ تلوار کی دھار کی طرح نہایت تیز اور باریک ہے۔

واٹ: راستی، سفر

کھنیوں: تلوار دی طرح

اُڈِینی: دکھ بھری، کٹھن

پینی: باریک، مہین
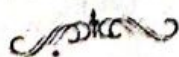
بولے شیخ فرید پیارے اللہ لگے
ایہہ تن ہوسی خاک نِمانی گور گھرے

فریدؔ! کہے یہ مرشد ہر دم، ''کر لو رب کو یاد
تن کو چھوڑو یہ تو گا، خاک میں جا برباد''

فریدؔ! ہر دم مرشد یہی تلقین کرتا ہے کہ رب سے پیار کرو، تن سے پیار نہ کرو کیوں کہ اس کا گھر تو مٹی ہے۔

گور: قبر
بولے: کہتا ہے
ایہہ: یہ
نمانی: عاجز

تیری پناہ خدائِ، تُوں بخشندگی
شیخ فریدے خیر دِیجے بندگی

فریدؔ! حصار میں تیرے مولا، تُو ہی بخش اسے
اپنی خاص عبادت کی تُو، اس کو ہمت دے

اے میرے بخشنے والے رب! فریدؔ تیری پناہ میں ہے تو اسے اپنی عبادت کی خیر (بھیک) عطا کر۔

پناہ: اوٹ، آسرا
بخشندگی: بخشش، نجات
خیر: بھیک، خیرات
بندگی: عبادت

بولیے سچ دھرم ، جھوٹھ نہ بولیے
جو گُر دسّے واٹ ، مُریداں جولیے

فریدآ! ہمیشہ تُم سچ کہنا ، جھوٹ کبھی نہ کہنا
راہ جو شیخ بتائے تم کو ، اُس پر چلتے رہنا

فریدآ! ہمیشہ حق کی بات کرنا اور کبھی جھوٹ نہ کہنا۔ شیخ جو راستہ دکھائے تم ثابت قدمی کے ساتھ اُس پر چلتے رہنا۔

دھرم: ایمان　　گر: گورو، رہنما
واٹ: سفر، راستہ　　جولیے: چلیں، چلتے رہیں

جے جانا مَر جائیے ، گُھم نہ آئیے
جُھوٹھی دنیا لگ نہ آپ ونجائیے

فریدؔ! ہے موت کا سب سے رشتہ، کوئی نہ واپس آئے
جو بھی غرقِ دُنیا ہو ، وہ اپنا آپ گنوائے

فریدؔ! تمھیں خبر ہے کہ ہر کوئی مر جائے گا اور پھر واپس نہ آئے گا۔ جھوٹی دُنیا کی محبت کے اسیر نہ بنو اور اپنا وقت برباد نہ کرو۔

جے: اگر
گھم: لوٹنا، واپس آنا
لگ: پیچھے لگ کر
ونجائیے: ضائع کیجیے

پروردگار ، اپار ، اگم ، بے انت تُوں
جیہناں پچھاتا سچ ، چُمّاں پَیر مُوں

فریدؔ! خدا کی ذات ہے محکم ، لامحدود اور قائم
جو بھی ہیں اس ذات سے واقف ، چوم تُو اُن کو دائم

اللہ کریم کی ذات محکم ، لامحدود اور بے نہایت ہے۔ جنھیں اس بات کا عرفان حاصل ہے، ان کا بے حد احترام کرنا چاہیے۔

اپار: بے کنار　　اگم: نا قابل رسائی
پچھاتا: پہچانا، آشنا ہوا　　مُوں: مَیں

سرور پنکھی ہیکڑو ، پھائِیوال پچاس
ایہہ تن لہرِیں گڈ تِھیا ، سچّے تیری آس

ہے تالاب میں ایک پرندہ اور صیّاد پچاس
گھری ہوئی مشکل میں جاں ہے، مولا تیری آس

چشمے کے کنارے اکیلا پرندہ پچاس شکاریوں کی زد میں ہے۔ اس کا جسم مصیبت میں گرفتار ہے؛ سچے سائیں اسے صرف تیرا ہی آسرا ہے۔

ہیکڑو: اکیلا، تنہا
گڈ تھیا: پیوست، مل گیا
پھائیوال: صیاد، شکاری
سرور: سرو ور، چشمہ

۱۷

کون سُ اکھّر ،کون گُن ، کونُ سُ منی آ منت

کون سُ ویسو ہوں کرِی ، جِت وس آوے کنت

کون سا قول اور عمل ہے بہتر، کون سا ورد بَھلا

کون سا ہے پہناوا جس کو؟ پہن کے ملے وہ داتا

کون سی بات،کون سا عمل اور کون سا وظیفہ اچھا ہے؟ کون سی پوشاک بھلی ہے جو پہن کر محبوب کا قرب حاصل ہو؟

سُ اکھر: اچھی بات

منت: وظیفہ

سُ منی آ: سب سے اونچا ہے

سُ ویسو: اچھی پوشاک

نِوَن سُ اکھّر ، کھوَن گُن ، جِیبھا منی آ منت

ایہہ ترے بھینے ویس کر ، تاں وس آوی کنت

عجز ہو قول میں ، حلم عمل میں ، میٹھی شہد زبان

جِس میں ہوں یہ وصف ، اُسی کو مِلتا ہے رحمان

عاجزانہ بات، حلیمانہ عمل اور شیریں سخنی، یہی تین وہ اوصاف ہیں جن کو اپنا کر محبوب کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

نِوَن: عاجز

کھوَن: حلیمی

جیبھا: زبان

گُن: خوبی، وصف

صبر اندر صابری ، تن ایویں جالیݨ
ہون نِجیک خدا ءِ دے ، بھیت نہ کسے دین

رب کے صابر بندے صبر میں ، اپنی عمر گزاریں
رب کا قُرب بھی حاصل ہوتو ، اپنا راز نہ دیں ۔

صبر کرنے والے ہر حال میں صبر میں وقت گزارتے ہیں۔خدا کا قُرب بھی انھیں حاصل ہوتا ہے تواپنارازظاہر نہیں کرتے۔

جالین: برداشت کریں
نجیک: نزدیک
بھیت: راز
ایویں: اسی طرح، ایسے ہی
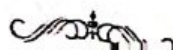
فریدا پچھل رات نہ جاگیوں، جیوندڑو مویوں
جے تیں رب وساریا ، تاں رب نہ وِسریوں

فریدؔ نہ پچھلی رات کو جاگا ، جیتے جی مرا
بھولا رب کو تُو نے غافل ، رب نہیں تجُھ کو بھولا

فریدؔ! رات کے پچھلے پہر اُٹھ کر تُو نے خدا کو یاد نہیں کیا، تو زندہ ہوتے ہوئے بھی ایک مُردہ ہے۔ تم نے رب کو بھُلا دیا ہے مگر اس کے باوجود رب نے تمھیں یاد رکھا ہوا ہے۔

پچھل: پچھلی، گزری
تیں: تو نے
جیوندڑو: جیتے جی
وساریا: بھُلا دیا
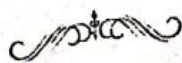
فریدا پنکھ پَروہنی ، دُنی سُہاوا باغ
نوبت وَجّی صبح سیوں ، چلّن کا کر ساج

فریدؔا! مسافر سارے پنچھی ، دُنیا باغ سُہانا
صبح سے نوبت باج رہی ہے ، اُٹھ غافل نادانا

فریدؔا! پنچھی سارے مسافر ہیں، یہ دُنیا ایک خوش نما باغ کی مثال ہے۔صبح سے نقارہ بج رہا ہے، غافل تُو بھی چلنے کا سامان کر۔

پنکھ: پنچھی، پرندے
پروہنی: مسافر، مہمان
نوبت: نقارہ
ساج: تیاری، سامان کرنا

تتّی تو ء نہ پلوے ، جے جل ٹُبھّی دے

فریدا جو ڈوہاگن رب دِی ، جُھوریندی جُھورے

فریدؔ! جلے جو پودا اُس کو ، پانی کب؟ مہکائے

جس کو رب نے پھِٹکارا ہے ، ہاتھ مَلے ، پچھتائے

جلا ہوا پودا (فصل) پانی میں ڈوبا بھی رہے تو ہرا نہ ہو۔ فریدؔ! جس کو رب نے چھوڑ دیا ہے وہ ہمیشہ ہاتھ مَلتی، پچھتاتی رہے گی۔

تتّی: جلی ہوئی

ٹبھی: غوطہ، ڈبکی

پلوے: پھلے پھولے، ہرا ہو

ڈوہاگن: طلاق یافتہ، چھوڑی ہوئی

اُٹھ فریدا وضُو ساج ، صبح نماز گُزار
جو سِر سائیں نہ نِویں ، سو سِر کپ اُتار

فریدؔ! اُٹھو پاکیزہ ہو کر ، صبح نماز گزارو
جو نہ جُھکے سر رب کے آگے ، اُس کو کاٹ اُتارو

فریدؔ! اُٹھو اور وضو کر کے صبح کی نماز ادا کرو۔ جو سر مالکِ حقیقی کے آگے نہ جُھکے ، اُسے کاٹ پھینکو۔

ساج: کر، بنا
سائیں: مالک مراد اللہ
گزار: ادا کر
نویں: جُھکے، خم ہو

فریدا کوٹھے ڈُھکن کیتڑا ، پِر نیندڑی نِوار
جو دینھہ لدھے گانویں ، گئے وِلاڑ وِلاڑ

فریدؔ! یہ کوٹھی بنگلے چھوڑو ، ہو جاؤ بے دار
عمر کے جو دن ملے تھے تُم کو، گئے ہیں وہ بے کار

فریدؔ! ان محلات سے بے گانگی اختیار کرو، (غفلت) کی نیند کو چھوڑو۔
جو چار دن کی زندگی تجھے ملی وہ بے صرفہ گزر گئی۔

کیتڑا: کتنا
دینھہ: دن

نِوار: دُور کر، چھوڑ دے
وِلاڑ وِلاڑ: بے صرفہ، ضائع
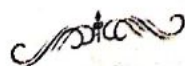
فریدا مَوتے دا بنّاں ایویں، جِیویں دریاوے ڈھاہا

اگے دوزخ تپیا سُنِیے ، ہُول پوے کہاہا

فریدؔ! کنارۂ مرگ ہے ایسا، جوں دریا کا ساحل

ہاہاکار مچی ہے ہر سُو ، رہ میں دوزخ حائل

فریدؔ! موت کا کنارہ ایسے ہے جیسے دریا کا کنارہ۔ آگے دوزخ کی آگ بھڑک رہی ہے اور چاروں جانب ہاہاکار مچی ہوئی ہے۔

ڈھاہا: کنارہ، ساحل

کہاہا: ہاہاکار

ہُول: شور، پکار

پوے: پڑے، سنائی دی

اِکناں نوں سبھ سوجھی آئی ، اک پھردے ویپرواہا
عمل جو کیتے آ دُنی وِچ ، سے درگاہ اوگاہا

کُچھ پر راز کُھلا ہے سارا، کُچھ ہیں اب تک غافل
جیسے کیے عمل دُنیا میں ویسی ملے گی منزل

کُچھ لوگ ایسے ہیں جو زندگی (کی بے ثباتی) سے خوب واقف ہیں، کُچھ ابھی تک غفلت میں پڑے ہیں۔دُنیا میں جو اعمال کرو گے وہی اُس دربار میں گواہ بنیں گے۔

سوجھی: سمجھ، عقل
دُنی: دُنیا
ویپرواہا: لاپرواہ، غافل
اوگاہا: گواہ، شاہد

فریدا سو ای سرور ڈھونڈ لہہ ، جتھوں لبّھی وَتھ

چھپڑ ڈھونڈیں کیا ہووے ، چِکّڑ ڈُبّے ہتھ
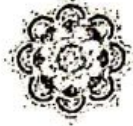
فریدؔ! اُسی چشمے کو ڈھونڈو ، جو تقدیر بنائے

چھپڑ ڈھونڈے سے کیچڑ بن ، کچھ بھی ہاتھ نہ آئے

فریدؔ! اُسی چشمے کی تلاش میں رہو، جس سے کوئی چیز حاصل ہو۔ گندے پانی کے جوہڑ میں ہاتھ مارنے سے سوائے کیچڑ کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

سرور: تلاب، چشمہ — وَتھ: چیز، شے

چکڑ: کیچڑ — چھپڑ: جوہڑ
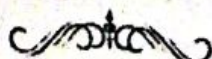
کتابیات

ارشاد احمد پنجابی: پنجابی لغات؛ لاہور؛ ساڈی پنجابی اکیڈمی؛ ۱۹۷۱ـ

ارشد محمود مغل: کلامِ بابا فریدؒ کے اُردو تراجم: تقابلی مطالعہ؛ مقالہ برائے ایم فل پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد؛ ۲۰۱۴ـ

ارشد محمود ناشاد: اشلوک؛ لاہور؛ زاویہ؛ ۱۹۹۹ـ

تنویر بخاری: پنجابی اُردو لغت؛ لاہور؛ اُردو سائنس بورڈ؛ اول، ۱۹۸۹ـ

جمیل احمد پال: پنجابی کلاسیکی لغت؛ لاہور؛ پنجابی سائنس بورڈ؛ پہلی وار، ۱۹۹۳ـ

سید احمد دہلوی، مولوی: فرہنگِ آصفیہ (جلد اوّل ودوم)؛ اُردو سائنس بورڈ؛ دوم، ۱۹۸۷ء۔

شریف کنجاہی: کہے فرید؛ اسلام آباد؛ لوک ورثہ اشاعت گھر؛ دوم، ۱۹۸۶ـ

ایضاً : مختصر پنجابی لغت؛ شعبۂ پنجابی، پنجاب یونی ورسٹی؛ ۱۹۸۱ـ

فقیر محمد فقیر: بول فریدی؛ لاہور؛ تاج بک ڈپو؛ س ن ـ

محمد آصف خاں: آکھیا بابا فرید نے؛ لاہور؛ پاکستان پنجابی ادبی بورڈ؛ تیجا، ۱۹۸۹ـ

محمد افضل خاں، چودھری: شلوک فرید؛ لاہور؛ میاں مولا بخش کشتہ اینڈ سنز؛ دوجی وار، س ن ـ

نذیر احمد، ڈاکٹر: کلام بابا فرید شکر گنج؛ لاہور؛ پیکجز لمیٹڈ؛ س ن ـ

اشلوک

اہلِ علم و دانش کی نظر میں

○ پروفیسر جیلانی کامران:

''ارشد محمود ناشآد نے بابا فرید گنج شکرؒ کے منتخب اشلوک کا منظوم ترجمہ کر کے ایک بات یہ ضرور ثابت کی ہے کہ اشلوک کی زبان اور اُردو منظوم کلام میں باطنی شناسائی برابر موجود ہے ورنہ ترجمہ اس قدر آسانی سے دولسانی صورتوں کے درمیان ظاہر نہ ہوتا۔ ارشد محمود ناشآد کے منظوم ترجمے میں بڑی روانی ہے اور اس ترجمے کو پڑھ کر اشلوک کے معانی کی قریب ترین معرفت بھی حاصل ہوتی ہے ___ میں ذاتی طور پر اس منظوم ترجمے کا خیر مقدم کرتا ہوں اور ارشد محمود ناشاد کی محنت کی باریابی کے لیے دعا گو ہوں۔''

○ ڈاکٹر سعد اللہ کلیم:

''اشلوک سے میں مستفید بلکہ مستفیض ہو رہا ہوں۔ آپ نے یہ بہت اچھا کیا کہ اصل کی مترنم بحر کی قریب ترین بحر کو ترجمے کے لیے انتخاب کیا۔ اس طرح معنوی افادیت میں لہجے کی مٹھاس بھی شامل ہوئی۔ میں اشلوک کا مطالعہ فنی اور تنقیدی نقطۂ نظر سے نہیں کر رہا۔ میرا مطالعہ خالص تفہیمی ہے اور تفہیم میں آپ کا ترجمہ میری پوری طرح معاونت کر رہا ہے۔''

○ جاوید قاضی:

''۹۔ ستمبر کی رات میں نے اس کتاب (اشلوک) سے لطف اٹھانے میں گزاری ہے۔ یہ واقعی قابلِ تعریف کتاب ہے۔ آپ نے بابا فریدؒ کے جو تراجم کیے ہیں وہ فکر اور زبان و بیان دونوں حوالوں سے خوب

ہیں ـــــــــ جی چاہتا ہے کہ آپ اس قدر من موہنے ترجمے اور بھی کریں۔"

○ **پروفیسر شریف کنجاہی:**

"ناشاد صاحب کی اشلوک بابا فرید کے منتخب اشعار کو اُردو میں ڈھالنے کی کوشش قابلِ قدر و ستائش ہے۔اس سے وہ لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں گے جن کی مادری زبان اُردو ہے اور وہ بھی جو پنجابی زبان کے صدیوں پُرانے اسلوب ہی سے نہیں صدیوں پہلے کے نامانوس الفاظ سے ناآگاہ ہیں ـــــ منتخب اشلوکوں کا منظوم ترجمہ ایک مفید اقدام ہے۔"

○ **ادیب سُہیل:**

"اس کتاب کو دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ ارشد محمود ناشاد بابا فرید شکر گنج کے ۷۵ اشلوکوں کے تراجم کا مجموعہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ بابا فریدؒ سے اُن کے قلبی لگاؤ کا بلیغ اشارہ ہے۔واضح رہے کہ بابا فریدؒ کا اوّلین دوہا نگاروں میں شمار ہوتا ہے۔ان کے اشلوک (بیت، شعر) کی ہیئت دوہے کی ہے اور منظوم ترجمہ بھی اسی اسلوب میں کیا گیا ہے۔ ـــــــــ کتاب اچھی چھپی ہے ہر گھر میں ہونی چاہیے۔"

○ **الیاس گھمن:**

"ارشد محمود ناشاد ہوری بڑے آہری تے سوجھوان جی نیں۔پنجابی زبان تے ادب دے بھنڈار نوں ہور بھارا کرن لئی بڑے سُچے جتن کر دے رہندے نیں۔اشلوک دے روپ وچ اوہناں دی سجری کتاب مارکیٹ وچ آئی اے۔ایس کتاب وچ اوہناں پنجابی دے عظیم صوفی شاعر بابا

فرید شکر گنج دے تخلیق کیتے اشلوکاں دا منظوم اُردو ترجمہ پیش کیتا اے۔ بابا جی دے ایس چونویں کلام نوں انج منظوم کرنا واقعی بڑی کھیچل تے عقل دا کم سی جیہنوں ارشد محمود ناشاد جیہا ای کوئی گُنی بندا ای کر سکدا اے۔ ناشاد ہوراں انج تے محمد آصف خاں ہوراں ولوں سودھے اشلوکاں نوں مکھ رکھ کے اوہدے وچوں چونویں کلام نوں اُردو روپ دِتا اے پر نال نال چودھری افضل خاں، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، ڈاکٹر سیّد نذیر احمد تے شریف کنجاہی ہوراں ولوں مرتب کیتے متناں نوں وی اپنے موہرے رکھیا اے۔ کتاب دے اخیر تے فرہنگ تے کتابیات لئی وی صفحے رکھے گئے نیں۔ انج ایہہ پنجابی ادب دے سنجیدہ پڑھنہاراں لئی بہت ای لاہے وند کتاب بن گئی اے۔"

○ **مختار علی نیرّ:**

"حضرت بابا فرید شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ دے منتخب کلام دا ارشد محمود ناشاد نے اُردو ترجمہ کر کے اج دے جواناں نوں حضرت بابا فرید شکر گنج دے سُچے تے سچے کلام نوں سمجھنے دی ہِک کامیاب کوشش کیتی اے ___ ایہہ منظوم ترجمہ بڑا بے ساختہ تے عام فہم اے، ارشد محمود ناشاد دیاں کوششاں ان شاء اللہ ضرور سراہیاں جاسن۔"

○ **ارشد محمود مغل:**

"ارشد محمود ناشاد وہ مترجم ہیں جنھوں نے بابا فریدؒ کے منتخب کلام کا منظوم ترجمہ کرتے ہوئے بابا فریدؒ کے افکار کو بہت عقیدت کے ساتھ سمجھا اور بابا فریدؒ کی تعلیمات کے ہر پہلو کو اپنے ترجمے کی زینت بنایا۔ اس کلام کا جس قدر اُنھوں نے گہرائی سے مطالعہ کیا ہے، اُن کے ترجمے میں اس کے

اثرات کثرت سے ملتے ہیں۔ترجمہ کرتے ہوئے سہل اور عام فہم الفاظ کا استعمال کیا ہے تاکہ مفہوم کا ابلاغ زیادہ مؤثر طریقے سے ہو سکے۔اُنھوں نے ترجمہ کرتے ہوئے جس بحر کا انتخاب کیا ہے وہ دوہڑے کی بحر کے قریب ترین ہے۔کئی ایک پنجابی الفاظ کو بہت خوب صورتی سے اُردو ترجمے کا حصّہ بنایا ہے۔کلام میں موجود علامات اور تشبیہات کو عام فہم انداز میں ترجمہ کیا ہے۔شعر کا ترجمہ شعر میں کرنا ایک کٹھن کام ہے اور بعض اوقات ایک زبان کا مفہوم دوسری زبان میں پیش کرنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے،ارشد محمود ناشاد کو بھی ان مراحل سے گزرنا پڑا۔اس ترجمے میں شعری خوب صورتی اور مفہوم کا ابلاغ دوسرے تراجم کی نسبت زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔اشلوک میں موجود مفہوم کے صوفیانہ پہلو کو بہت خوب صورتی سے ترجمہ میں منتقل کیا ہے،جو صوفیہ کے کلام کے تراجم کا مقصد ہے۔بلاشبہ یہ ایک کامیاب ترجمہ ہے اور آنے والے دور میں مترجمین کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہوگا۔“

[کلامِ بابا فریدؒ کے اُردو تراجم: تقابلی مطالعہ؛ مقالہ برائے ایم فل پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی،اسلام آباد؛ ۲۰۱۴؛ ص ۲۰۸۔]
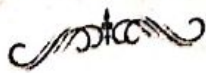
ادارۂ یادگارِ غالب کی تازہ مطبوعات

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
مکتوبات عبدالعزیز خالد	عبدالعزیز ساحر	۳۵۰روپے
جامعہ کراچی سے جامعہ لندن (یادداشتیں)	محمد حمزہ فاروقی	۳۰۰روپے
اردو فکشن پر سقوطِ ڈھاکہ کے اثرات	ڈاکٹر زینت افشاں	۶۰۰روپے
صحت املا کے اصول	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی	۸۰روپے
غالب اور ثنائے خواجہ	صبیح رحمانی	۳۰۰روپے
اردو کی نثری اصناف	ادارہ	۳۵۰روپے
مسافران لندن	سمیع اللہ خان	۳۰۰روپے
Lost In Wilderness	فضا اعظمی	۱۵۰روپے
شاہ عبدالقادر کے اردو ترجمہ قران کا تحقیقی ولسانی مطالعہ	محمد سلیم خالد	۴۰۰روپے
سرسید کا سفرنامہ: مسافران لندن	مرتبہ: اصغر عباس	۴۵۰روپے
قصۂ عشق افزا نسخۂ علی گڑھ	مرتبہ: شاداب احسانی	۶۰۰روپے
کالا پانی	جعفر تھانیسری	۳۵۰روپے
اردو کی لسانی تشکیل	مرزا خلیل بیگ	۴۰۰روپے
اشاریہ اور فنِ اشاریہ سازی	اشرف کمال	۳۰۰روپے
مغل سرائے	عبدالعزیز ساحر رشیراز دستی	۲۰۰روپے
جدید فلسفیانہ افکار	قاضی قیصر الاسلام	۴۰۰روپے
تاریخ ادب اردو ۱۷۰۰ء تک (تحقیق کی روشنی میں)	ابرار عبدالسلام	۳۵۰روپے
سرسید کی صحافت	اصغر عباس	۴۵۰روپے
ابوالفضل صدیقی اور اردو کا افسانوی ادب	عظمیٰ نوید	۶۰۰روپے
تحقیق: فن، مسائل اور روایات	مرتبہ: جاوید اقبال	۵۰۰روپے

اقبال شناسی اور ماہنامہ نگار	شہناز پروین	۶۰۰ روپے
غالب کا منسوخ دیوان	مسلم ضیائی	۵۰۰ روپے
انتخابِ کلام امیر مینائی (نعتیہ)	مرتبہ: تنظیم الفردوس	۱۰۰ روپے
انتخابِ کلام امیر مینائی (عشقیہ)	مرتبہ: خالد مینائی	۶۰ روپے
قادر نامۂ غالب	اسداللہ خان غالب	۱۰۰ روپے
صنم خانۂ عشق (امیر مینائی)	مرتبہ: عتیق جیلانی	۲۰۰ روپے
نگارشاتِ شمیم (مظفر حسین شمیم)	مرتبہ: خالد ندیم	۲۵۰ روپے
اردو شاعری کی چند کلاسیکی اصناف	تنظیم الفردوس	۲۵۰ روپے
پاکستان اور ہندوستان میں اردو تحقیق	مرتبہ: رؤف پاریکھ	۳۵۰ روپے
محرابِ تحقیق	عبدالعزیز ساحر	۲۵۰ روپے
ہماری قومی ثقافت (دوسرا ایڈیشن)	فیض احمد فیض	۲۵۰ روپے
رفت و بود (ابواللیث صدیقی)	مرتبہ: معین الدین عقیل	۴۵۰ روپے
زمانۂ تحصیل (عطیہ فیضی)	مرتبہ: محمد یامین عثمان	۲۰۰ روپے
فلسفیانہ مکالمے	قاضی قیصر الاسلام	۲۵۰ روپے
تلامذۂ غالب (نیا ایڈیشن)	مالک رام	۶۰۰ روپے
مصطلحات الشعرا (سیالکوٹی مل وارستہ)	مرتبہ: حمید الدین یزدانی	۱۰۰۰ روپے
متفرقاتِ غالب	پرتو روہیلہ	۱۲۰ روپے
غالبیات نیاز فتح پوری	مرتبہ: فرمان فتح پوری	۴۰۰ روپے
غالب اور آج کا شعور	محمد علی صدیقی	۱۳۰ روپے
غالب آشفتہ نوا	ڈاکٹر آفتاب احمد	۲۰۰ روپے
شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب	حکیم محمود احمد برکاتی	۱۷۵ روپے

''ارشد محمود ناشاؔد نے بابا فریدؒ گنج شکر کے منتخب اشلوک کا منظوم ترجمہ کر کے ایک بات یہ ضرور ثابت کی ہے کہ اشلوک کی زبان اور اُردو منظوم کلام میں باطنی شناسائی برابر موجود ہے ورنہ ترجمہ اس قدر آسانی سے دو لسانی صورتوں کے درمیان ظاہر نہ ہوتا۔ ارشد محمود ناشاؔد کے منظوم ترجمے میں بڑی روانی ہے اور اس ترجمے کو پڑھ کر اشلوک کے معانی کی قریب ترین معرفت بھی حاصل ہوتی ہے ____ میں ذاتی طور پر اس منظوم ترجمے کا خیر مقدم کرتا ہوں اور ارشد محمود ناشاؔد کی محنت کی باریابی کے لیے دُعا گو ہوں۔''

پروفیسر جیلانی کامران

''ناشاؔد صاحب کی اشلوک بابا فریدؒ کے منتخب اشعار کو اُردو میں ڈھالنے کی کوشش قابلِ قدر و ستائش ہے۔ اس سے وہ لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں گے جن کی مادری زبان اُردو ہے اور وہ بھی جو پنجابی زبان کے صدیوں پُرانے اسلوب ہی سے نہیں صدیوں پہلے کے نامانوس الفاظ سے نا آگاہ ہیں ____ منظوم اشلوکوں کا منظوم ترجمہ ایک مفید اقدام ہے۔''

پروفیسر شریف کنجاہی